ماہنامہ

اهل السنة
Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

March 2019 مارچ ۲۰۱۹ء

اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے!

میاں بیوی کے درمیان جدائی (قسط اول)

کیا بندش وحی کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کی کوشش کی تھی؟

کیا لڑکے سے پہلے لڑکی کی پیدائش، عورت کے بابرکت ہونے کی دلیل ہے؟

88

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی ● نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

IIC MUMBAI

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

اسلامک انفارمیشن سینٹر اپنی ابتداء سے ہی بدعات وخرافات سے پاک خالص دین کی اشاعت کے لیے کوشاں ہے۔قرآن وسنت ہماری دعوت کی اساس اورمنہج سلف سے وابستگی ہمارا مسلک ہے۔ وہ تمام افراداور تنظیمیں جوقرآن و سنت کی بالادستی،توحید کے غلغلہ،شرک وبدعات کے قلع قمع اور مسلک اہل حدیث کےفروغ کے لیے کام کررہی ہیں،ہم ان کے ہرممکن تعاون کے لیے تیار ہیں اور ان سے ہرممکن تعاون کی درخواست کرتے ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ ممبئی اور مضافات میں ہورہے دعوتی کام کی تنظیم کی جائے۔ وہ افراد جوانفرادی طور پر دعوت کا کام کررہےان کی تربیت ہو،ان کوعلمی سپورٹ اوردعوتی موادفراہم کیا جائے۔

ہم چاہتے ہیں کہ دعوت دین کوابلاغ اورترسیل کے جدیدوسائل سے آراستہ کیا جائے۔تاکہ ہماری دعوت ان وسائل کے ذریعہ دنیاکےایک ایک کونے تک پہنچ سکے۔

امت کا دعوتی محاذ بہت وسیع ہے۔تعلیمی،معاشی،فلاحی،سماجی،،سیاسی،اخلاقی اعتقادی،فروعی سارے دعوت کے میدان ہیں۔کوئی ایک تنظیم یابعض افرادا کیلےان سارے دعوتی میدانوں کاحق ادانہیں کرسکتے ۔اس لیےوہ تمام افراداور وہ ساری تنظیمیں جودعوت کےمختلف میدانوں میں سرگرم ہیں سب کی سب حوصلہ افزائی کی مستحق ہیں۔اوران ساری تنظیموں کےدرمیان جب تک تعامل کا راستہ ہموارنہیں ہوگا دعوت کاحق ادانہیں کیا جاسکتا۔

ہم اللہ کےدین کوسارے ادیان پراوررسول کی اطاعت کوساری اطاعتوں پرغالب کرنے کے لیے کام کررہے ہیں۔ ہم اس بات کا آپ کوپورایقین دلاتے ہیں کہ اپنےعلم اوراستطاعت کی آخری حدوں تک ہم اس مشن کوخالص قرآن وسنت کی بنیادوں ہی پرآگے بڑھائیں گے۔کون سی زمیں ہمیں پناہ دے گی اورکون سا آسمان ہم پرسایہ کرے گا اگراس مشن کا آگے بڑھانے میں ہم اللہ اوراس کےرسول کی مخالفت شروع کردیں۔

فی الحال ممبئی ہماری دعوتی ترجیح ہے۔اس سے آگے بڑھ کر پورے ہندستان،اوراس سےبھی آگے بڑھ کر پوری دنیا میں اپنادعوتی نیٹ ورک پھیلا دینے کا ہماراارادہ ہے۔اس مرحلہ میں یہ بات شاید بڑی لگےلیکن اللہ کےفضل سےکچھ بھی بعیدنہیں۔اورہم اس کی رحمت سے بالکل بھی مایوس نہیں۔ویسے بھی ہر بڑے سفرکی شروعات ایک چھوٹے قدم سے ہوتی ہے ۔اورہم توپھربھی اس سفرکی بہت سے پڑاو پار کر چکے ہیں۔اللہ کا فضل،ہمارے عزائم اورآپ کا تعاون ساتھ ہوجائیں تو ہمارے یہ خواب اپنی تعبیروں تک پہنچ سکتے ہے۔

اللہ ہمارے عزائم اورآپ کےتعاون کواخلاص اورنصرت سےنوازے۔

Ahl Us Sunnah Volume No.7, Issue No.88, March 2019

جلد: ۷
شمارہ: ۸۸

فی شمارہ Rs. 30/-
سالانہ Rs. 300/-

مارچ ۲۰۱۹ء

ماہنامہ



میگزین ممبرشپ رابطہ نمبر: 022-26500400 / 8291063765

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم الله الرحمن الرحیم

۱۷



نوٹ: قارئین سے اس بات کا وعدہ کیا گیا تھا کہ آئندہ شمارے میں گزشتہ سے پیوستہ شمارے کی بحث مکمل کر لی جائے گی لیکن مدیر مجلہ کی مسلسل مصروفیات اور علمی وتحقیقی کاموں میں لگے رہنے سے یہ کام ابھی اپنی تکمیل کو نہیں پہنچ سکا، قارئین سے ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں، ان شاء اللہ جلد ہی اس بحث کو مکمل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا، آپ انتظار کریں۔ جزاکم اللہ خیرا

نائب ایڈیٹر

اسلام امن و شانتی کا مذہب ہے!

حافظ خلیل الرحمٰن عبدالستار سنابلی

محترم قارئین! امن وامان ہر انسان کی ضرورت ہے، ہر صاحب بصیرت اس بات کو مانتا ہے اور کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتا اور نہ کرسکتا ہے، اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں امن وامان کو احسان کے طور پر ذکر کیا ہے اس لئے امن وامان بہت بڑی نعمت ہے، اسی لئے اس کا زوال بہت بڑی سزا ہے، امن ہی ہے جس کی وجہ سے لوگ اپنی جان، مال، عزت اور اہل خانہ کے بارے میں پُر اطمینان رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی بھی ملک یا علاقے کو آگے بڑھانے اور ترقی کے راستے پر لگانے میں امن وامان بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے جب کوئی علاقہ یا ملک فتنہ وفساد اور خانہ جنگی کا شکار ہو تو تعمیر وترقی کے میدان میں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا، معلوم ہوا کہ امن وامان میں ہی ذہنی سکون، ترقی اور حالات کی درستی پنہاں ہے۔ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ”مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، آمِنًا فِي سِرْبِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا“ ”جو شخص صبح کے وقت جسمانی طور پر صحیح سلامت اٹھے، اسے اپنے گھر میں کسی کا خوف بھی نہ ہو، اور دو وقت کی روٹی اس کے پاس موجود ہو اس کے لئے دنیا ایک ہی جگہ جمع ہو چکی ہے“ (سنن ابن ماجة: ٤١٤١، حسن)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اہل وعیال کو مکہ کی سرزمین پر تنہا چھوڑ کر واپسی کا ارادہ کیا تو اللہ سے دعا مانگی اور کہا کہ: اے اللہ! اس شہر کو امن وامان والا بنادے...... انہوں نے یہ دعا اس لئے مانگی کیونکہ کسی بھی سماج ومعاشرے کی سالمیت امن وشانتی کے بغیر ناممکن ہے اور اسی وجہ سے ہر شخص امن وسکون کی زندگی چاہتا ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ امن وسکون آج ختم ہے اور اس کے برخلاف دہشت گردی آج ہمارے سماج کا بلکہ ہر علاقے کا ایک المیہ بن چکا ہے، بعض فتنہ پرور اور شریر وفسادی قسم کے لوگ معاشرے کی امن وامان والی فضا کو خراب اور زہر آلود کرنا چاہتے ہیں اور بعض ناعاقبت اندیش لوگ اس طرح کے حادثات وواقعات کی نسبت اسلام اور اہل اسلام کی طرف کر دیتے ہیں، دورِ حاضر کے ذرائع ابلاغ دہشت گردی کا لفظ بکثرت استعمال کر رہے ہیں اور بعض سیاسی عناصر یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش بھی کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ! اس کا رشتہ اسلام سے ہے، جبکہ تشدد اور اسلام میں آگ اور پانی جیسا بیر ہے، جہاں تشدد ہو وہاں اسلام کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے، اسی طرح جہاں اسلام ہو وہاں تشدد کا ہلکا سا سایہ

بھی نہیں پڑسکتا، اسلام امن وسلامتی کا پیامبراور لوگوں کی جانوں کی حفاظت اوران کا خیال رکھنے والا مذہب ہے۔

اسلام کی تمام تعلیمات واحکامات سے یہ بات صاف واضح ہے کہ اس دین کی تعلیمات رحمت پرمبنی ہے جس میں ظلم وجبر، دہشت گردی اور جارحیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام کی خمیر ہی میں امن وامان اور سکون وشانتی کوملا دیا گیا ہے، اورانتہاء پسندی وظلم وزیادتی کو نکال کر دور پھینک دیا گیا ہے، اس لئے جولوگ اسلام دشمنی میں اس کی جانب دہشت گردی وانتہاء پسندی کو منسوب کرتے ہیں ان کا یہ رویہ بذات خود ایک دہشت گردی ہے، اس لئے انہیں اپنے اس نامناسب رویے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

اسلام کی عظیم اور سخت قوانین کے بعد مذہب اسلام ملک وسماج میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کا جواز کیسے دے سکتا ہے؟ بے قصور معصوموں کے جان سے ہولی کھیلنے، نہتوں پروار کرنے اورخواتین کے ساتھ درندگی کا مظاہرہ کرنے کا جواز کیسے پیش کرسکتا ہے؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام سب سے بہترین مسلمان اس شخص کوقرار دیتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان اور انسان محفوظ ہوں، دین اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ناحق کسی کوقتل کرنے والا پوری انسانیت کا قاتل ہے اور جوکسی ایک کی جان بچالے تو وہ پوری دنیا کوزندگی دینے اور بچانے والا سمجھا جائے گا، اسلام نے کسی پر ہتھیار اٹھانا تو دور ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی منع قرار دے دیا ہے مبادا اشارہ کرنے سے ہی سامنے والا خائف یا پریشان ہوجائے یا اس ہتھیار سے اسے کوئی تکلیف یا نقصان ہوجائے۔

اسلامی شریعت لوگوں کوظلم سے روکتے ہوئے کہتی ہے کہ ظلم اللہ نے اپنے لئے اورتمہارے لئے حرام قرار دیا ہے لہٰذا تم اپنے آپ کوظلم سے بچاؤ اور مزید کہا کہ مظلوم کی بددعا سے بچتے رہو کیونکہ رب اس کی دعا یا بددعا کوفوراً قبول کرلیتا ہے چاہے وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو، اسلام کا معنی ومطلب ہی امن وشانتی ہے، اس مذہب نے قدم قدم پر اپنے ماننے والوں کوفتنہ وفساد پھیلانے سے روکا ہے بلکہ ایک موقع سے تو فرمایا: کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس سے خیر کی امید کی جاتی ہو اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں اور تم میں سب سے براوہ ہے جس سے خیر کی امید نہ کی جاتی ہو اور نہ ہی لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔

اسلام نے جنگ کے میدان میں بھی امن وامان کا خیال رکھتے ہوئے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ بوڑھوں، بچوں، عورتوں کوقتل نہ کیا جائے، راہب کو ہاتھ نہ لگایا جائے، پیڑ پودوں کو بلاوجہ نہ کاٹا جائے، کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ کو مسمار نہ کیا جائے، اسلام نے اس قدر امن وامان اور شانتی ورحمت کی ترغیب دی ہے کہ دنیا حیران اور عقل انسانی پریشان ہے کہ اسی مذہب اسلام نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے والے کو جنت کی خوش خبری سنادی اور ایک عورت کو

بلی کے قتل کے جرم میں جہنم کی وعید سنائی کہ اس نے بلی کو باندھ کے رکھا، اسے نہ کھلایا نہ پلایا اور نہ ہی آزاد کیا کہ وہ جائے اور اپنا رزق تلاش کرلے۔

یہ ہے وہ مذہب اسلام جس نے دنیا والوں کو امن وامان کا درس دیا اور اس درس دینے والے کی زندگی دیکھنے والے کو اندازہ ہوگا کہ اس شخصیت نے اپنے نفس کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا بلکہ ستانے والوں، ظالموں اور ہجرت پر مجبور کرنے والوں کو بھی معاف کردیا لیکن آج اسی اسلام اور اس کے ماننے والوں کو دہشت گرد اور دہشت گردی کا پرچارک کہا جارہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی مذہب دہشت گرد نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ دہشت گردی کی دعوت دیتا ہے بلکہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور دہشت گرد کا تعلق بھی کسی مذہب سے نہیں ہوتا، تاریخی واقعات بھی ہمیں یہ بتلاتے ہیں کہ اسلام کی صرف اسی امن وامان کی تعلیم کو پڑھ اور سمجھ کر بہت سارے لوگوں نے اپنا مذہب ترک کر کے دین اسلام کو قبول کرلیا اور جادو وہی جو سر چڑھ کر بولے۔

خلاصہ ٔکلام یہ ہے کہ اسلامی تاریخ، روایات اور واقعات اس بات کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اسلام نے کبھی دہشت گردی اور تشدد کی اجازت نہیں دی ہے اور دنیا میں جو اس نے عظیم انقلاب برپا کیا وہ اپنے اخلاق حسنہ کے زور پر کیا ہے جسے ہم صالح اور پرامن انقلاب کا نام دے سکتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کب تک ہم کہتے رہیں گے کہ اسلام دہشت گردی کا مذہب نہیں ہے اور نہ ہی مسلمان دہشت گرد ہوتا ہے تو جواب یہی ہے کہ جب اسلامی شریعت دہشت گردی کے خلاف ہمیشہ سے برسرپیکار ہے اور دہشت نیز فتنہ وفساد پھیلانے والے اس کے نزدیک مجرم ہیں تو اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم پورے زور وشور سے عمل کے ذریعے جواب دیں، اخلاق ومحبت کی تعلیم کو عام کریں، اپنے کردار سے لوگوں کو بتائیں کہ ہم دہشت گرد نہیں اور نہ ہی دہشت گردی ہمارا پیشہ ہے بلکہ ہم تو دہشت گرد اور دہشت گردی دونوں کیخلاف ہیں، تمام مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ برادران وطن کو اپنا وہ کردار دکھائیں جو ایک مسلمان کا ہونا چاہئے اور انہیں اسلام کی امن وامان والی تعلیمات بتائیں اور سنائیں تاکہ ان کے قلوب واذہان میں جو غلط فہمیاں بیٹھ چکی ہیں یا بٹھادی گئی ہیں ہم اپنے عمل وکردار کے ذریعے اسے کچھ حد تک کم کرسکیں اور وہ اس بات کو بخوشی قبول کرلیں کہ واقعی اسلام اور اہل اسلام دہشت گرد نہیں بلکہ امن وشانتی کے پرچارک اور پیامبر ہیں، انہیں یہ سمجھ میں آجائے کہ اسلام اور اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہی نعرہ ہے کہ:

ہمارے باغ میں امن واماں کے پھول کھلتے ہیں

ہمارا کام ہے انسان کو انساں بنادینا

(قسط اول)

میاں بیوی کے درمیان جدائی

کفایت اللہ سنابلی

میاں بیوی کے درمیان جدائی کا تصور دیگر مذاہب میں:

میاں بیوی کے درمیان جدائی کے لئے دیگر مذاہب میں جو تصور ہے اس پر بہت سے اہل علم نے تفصیل سے لکھا ہے ذیل میں ہم محترم حافظ عمران لاہوری حفظہ اللہ کی ''طلاق کی کتاب'' سے اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت: زمانۂ جاہلیت میں جدائی کے لئے طلاق کا طریقہ تھا لیکن اس طلاق کی کوئی حد نہیں تھی ایک شوہر جتنی چاہئے طلاقیں دیتا تھا اور رجوع کرتا جاتا تھا۔ اس طرح نہ شوہر اپنی بیوی کو سکون سے رہنے دیتا اور نہ ہی اسے علیحدہ کرتا کہ وہ کسی اور سے شادی کر سکے۔

یہودی مذہب: یہودی مذہب میں شوہر کو تو کھلی چھوٹ ہے کہ وہ جب بھی چاہے اور جس بات پر بھی چاہئے اپنی بیوی کو جدا کر سکتا ہے لیکن بیوی کو اس معاملے میں فیصلہ کا کوئی حق نہیں، شوہر لاکھوں عیوب والا اور حد درجہ ظالم ہی کیوں نہ ہو بیوی کو جدائی کا فیصلہ کرنے یا اس کا مطالبہ کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔

عیسائی مذہب: عیسائی مذہب میں ایک بار شادی ہونے کے بعد جدائی کا تصور ہی نہیں ہے مرتے دم تک ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ ہی رہنا لازم ہے۔ بیوی کی طرف سے حرام کاری کی صورت میں بعض مسیحی علماء کا فتویٰ ہے کہ میاں بیوی دونوں کو الگ کر دیا جائے گا لیکن دونوں کا نکاح بدستور باقی رہے گا یہ دونوں نہ آپس میں مل سکتے ہیں اور نہ ہی دونوں کسی اور سے شادی کر سکتے ہیں۔

ہندو مذہب: ہندو مذہب میں نکاح دو مقاصد کے تحت ہوتا ہے ایک اپنے معبودوں اور پجاریوں کے تقرب کے لئے اور دوسرے معاشرتی اور جنسی ضرورت کے تحت۔ پہلی صورت میں ہندو مذہب میں جدائی کا کوئی تصور ہی نہیں جبکہ دوسری صورت میں جدائی کے لئے طرفین کی رضامندی لازمی ہے کوئی ایک فریق محض اپنی مرضی سے جدائی کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔

تفصیل اور ہر مذہب سے متعلق حوالہ جات کے لئے دیکھئے: (طلاق کی کتاب:۔ص:۲۳ تا ۳۰)

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں میاں بیوی کے درمیان جدائی کے تصورات کا جائزہ لینے سے صاف معلوم ہوتا

ہے کہ کوئی افراط کا شکار ہے تو کوئی تفریط کا اس بارے میں معتدل نظام سوائے اسلام کے کسی کے یہاں نہیں ہے۔

میاں بیوی کے درمیان جدائی کا تصور اسلام میں:

اسلام نے میاں بیوی کے درمیان جدائی کے سلسلے میں افراط وتفریط سے ہٹ کر ایک معتدل اور پُر حکمت راستہ اختیار کیا ہے جو فطرت انسانی ،ضروریات زندگی اور شرعی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اسلام نے جہاں نکاح کی اہمیت وفضیلت بتلائی ہے، میاں بیوی کے حقوق متعین کئے ہیں اور اس رشتہ کو دائمی شکل دینے کی ہی تاکید فرمائی ہے، وہیں اگر شرعی یا معاشرتی لحاظ سے کچھ اسباب ایسے پیش آجائیں کہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ناگزیر ہو تو اسلام نے اس کا مکمل اور حکیمانہ نظام مرتب کیا ہے اور حالات کے لحاظ سے الگ الگ ذرائع سے زوجین کے مابین جدائی کے پانچ طریقے بتلائے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) طلاق

اگر جدائی کا ارادہ شوہر کی جانب سے ہو تو اسے طلاق کہتے ہیں۔

(۲) خلع

اگر جدائی کا ارادہ بیوی کی جانب سے ہو تو اسے خلع کہتے ہیں۔

(۳) تفریق

جدائی کا ارادہ نہ شوہر کی طرف سے ہو نہ بیوی کی طرف سے لیکن کسی شرعی مانع کے سبب قاضی میاں بیوی کے درمیان جدائی کر دے تو اسے تفریق کہتے ہیں۔ مثلاً رضاعی بھائی اور بہن کی انجانے میں شادی ہو جائے اور بعد میں رضاعت کا رشتہ معلوم ہونے پر قاضی دونوں کو الگ کر دے۔

(۴) فسخ

جدائی کا ارادہ اصلاً کسی کی طرف سے نہ ہو لیکن کسی حادثہ کے سبب شوہر مفقود ہو جائے یا عمر بھر کے لئے قید ہو جائے تو قاضی بیوی اور اس کے ولی کی رضامندی سے نکاح فسخ کر دے گا تا کہ عورت کسی اور سے شادی کر لے۔

(۵) لعان

جب شوہر اپنی بیوی پر بدکاری کا الزام لگا دے اور چار گواہ بھی پیش نہ کر سکے اور عورت اس سے انکاری ہو تو دونوں سے قسمیں کھلوائے گا جن میں میاں بیوی دونوں قسمیں کھا کر خود پر مشروط لعنت کریں گے یعنی اگر ان کی قسم جھوٹی ہو تو ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر اس کارروائی کے بعد قاضی دونوں کو علیحدہ کر دے گا۔

واضح رہے کہ جدائی کے مؤخر الذکر چاروں ذرائع اصل میں فسخ نکاح ہی ہیں لیکن بعض مختلف کیفیات کے لحاظ سے ان کے الگ الگ نام ہیں۔

آئندہ سطور میں ہم صرف طلاق اور اس کے احکام پر تفصیل سے بات کریں گے یہی ہمارا مرکزی موضوع ہے تاہم آخر میں جدائی کے دیگر ذرائع پر بھی مختصر تفصیل پیش کردی جائے گا ان شاء اللہ۔

باب: جدائی کا عام ذریعہ طلاق:

طلاق کا معنی ومفہوم

عربی میں بہت سارے الفاظ ایسے ہیں جو اپنے اندر لغوی اعتبار سے ایک معنی رکھتے ہیں لیکن اسلام نے ان الفاظ کو خاص شرعی معنی میں استعمال کیا ہے۔ مثلاً صلاۃ کا لغوی معنی دعا وغیرہ ہے لیکن اسلام نے پانچ وقت کی ایک خاص عبادت کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح زکاۃ کا لغوی معنی پاکی وغیرہ کے آتے ہیں لیکن اسلام نے ایک خاص مالی خیرات کے لئے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کے الفاظ شرعی مصادر میں مستعمل ہوں تو سیاق اور قرائین کے لحاظ سے دیکھنا ہوگا کہ یہ الفاظ اصل عربی لغت کے اعتبار سے اپنے اصل معنی میں ہی استعمال کئے گئے ہیں یا خاص شرعی اصطلاح کے طور پر ان کا استعمال ہوا ہے پھر جو نتیجہ سامنے آئے اسی لحاظ سے ان الفاظ کے معانی مراد لئے جائیں گے۔ جہاں سیاق وقرائن لغوی معنی کے مراد ہونے پر دلالت کریں گے وہاں لغوی معنی مراد لیا جائے گا اور جہاں سیاق وقرائن شرعی اصطلاحی معنی مراد ہونے کی طرف اشارہ کریں گے وہاں شریعت کا اصطلاحی معنی مراد لیا جائے گا۔

طلاق بھی انہیں الفاظ میں سے ہے کہ یہ اسلامی مصادر میں کہیں لغوی معنی میں مستعمل ہے اور کئی شرعی واصطلاحی معنی میں۔

طلاق کا لغوی معنی:

لفظ طلاق یہ باب نصر سے طلق کا مصدر ہے جس کا لغوی معنی آزاد ہونا یا چھوٹنا ہے۔ اور جب باب تفعیل سے تطلیق یا باب افعال سے اطلاق استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب آزاد کردینا یا چھوڑ دینا ہوتا ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر جن قیدیوں کو اللہ کے نبی ﷺ نے آزاد کردیا تھا، صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ان کے لئے والطلقاء کا لفظ آیا ہے۔ (صحیح البخاری:۔(۱۵۹/۵) کتاب المغازی:باب غزوۃ الطائف،رقم:۴۳۳۳)

ایک حدیث میں حافظ قرآن کو صاحب اونٹ سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ:

"إنما مثل صاحب القرآن، كمثل صاحب الإبل المعقلة، إن عاهد عليها أمسكها، وإن أطلقها ذهبت"

''قرآن یاد کرنے والے کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے اگر اس کے مالک نے اس کا خیال رکھا تو رہا اور اگر چھوڑ دیا تو چل دیا'' (صحیح البخاری:۔(۱۹۳/٦) کتاب فضائل القرآن:باب استذکار القرآن وتعاهده،رقم:۵۰۳۱)

طلاق کا اصطلاحی معنی:

شریعت کی اصطلاح میں طلاق کا خاص معنی ہے اور وہ ہے زوجین کے مابین منعقد نکاح کے بندھن وگرہ کو کھول دینا یعنی شوہر کا خاص حالات میں خاص طریقے سے عورت کو اپنے نکاح سے آزاد کر دینا۔ جیسا کہ عام قرآنی آیات واحادیث میں یہی معنی مستعمل ہے۔

واضح رہے متأخرین فقہاء نے الگ الگ تعبیر میں طلاق کی اصطلاحی تعریفیں کی ہیں لیکن سب کا ماحصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔اس لئے ہر مسلک کی تعریفات نقل کر کے اس سیدھی اور صاف بات کو بوجھل بنانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

طلاق کے اسباب:

طلاق کے بہت سارے اسباب ہوتے ہیں اور عموماً یہ سارے اسباب زوجین کی طرف سے ایک دوسرے کے حقوق کی عدم رعایت کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں، اس لئے میاں بیوی اگر چاہتے ہیں کہ ان کے رشتے میں دراڑ نہ آئے اور معاملہ طلاق تک نہ پہنچے، تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے حقوق کا مکمل پاس ولحاظ رکھنا چاہئے بالخصوص ابتدائی عرصے میں جب تک کہ ایک دو بچے نہیں ہوجاتے معاملہ بڑا ہی نازک رہتا ہے، یا تو محبت ومودت عروج پر رہتی ہے، یا پھر معمولی اختلاف نفرت وعداوت کا طوفان کھڑا کر دیتا ہے۔ اور چونکہ ابھی بچے نہیں ہوتے اس لئے دونوں پر دباؤ ڈالنے والی اور انہیں کنٹرول کرنے والی کوئی تیسری شئ نہیں ہوتی ہے اور ہر ایک محض اپنی انا وشان ہی کی ترنگ میں دوسرے پر انگارے اگلتا ہے۔ البتہ جب ایک دو بچے ہوجاتے ہیں تو میاں بیوی دونوں خود سے زیادہ بچوں کے لئے فکر مند ہوتے ہیں اور ان کی خاطر بہت کچھ برداشت کرنا سیکھ لیتے ہیں۔ بلکہ بچوں کا فی نفسہ وجود ہی میاں بیوی کے رشتہ میں ایک مضبوط تعلق اور قرب کا ایک نیا احساس پیدا کر دیتا ہے۔ اب اس کے بعد طلاق تک بات تبھی پہنچتی ہے جب طرفین میں سے کوئی ایک زیادتی وحق تلفی کی انتہا کر دے اور من مانی اور خودسری کی ساری حدیں پار کر دے۔

ذیل میں ہم چند اسباب کی نشاندہی کرتے ہیں جو کثرت سے طلاق کی وجہ بنتے ہیں۔

☆ بیوی کی خیانت و بے وفائی:

ایک غیرت مند مرد اپنی عورت کے ہزار نکھرے و ناز اور لاکھ بدسلوکی و بداخلاقی برداشت کرسکتا ہے مگر اس بات کو وہ ایک پل کے لئے برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی عورت اس کے علاوہ کسی اور مرد کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھے۔ اگر اس تعلق سے ایک مرد کے اندر شکوک وشبہات کا ایک ذرہ بھی سرایت کرگیا تو طلاق وعلیحدگی ہی پر معاملہ تمام ہوگا اور بدقسمتی سے اگر بیوی کی بے وفائی، حرام کاری کی آخری حد تک پہنچ گئی اور شوہر کو ثبوت مل گیا تو صرف طلاق ہی نہیں بلکہ معاملہ دردناک خونریزی اور ہولناک قتل وغارت گری تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک نہیں کئی زندگیاں داؤ پر لگ سکتی ہیں۔

ایک عورت کو یہ بات کبھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ ایک مرد کو اپنا پیٹ پالنے کے محض پل دو پل کی نقل وحرکت ہی کافی ہے لیکن وہ دن بھر کام وکاج میں اپنے اوقات گزار دیتا ہے بلکہ بسا اوقات راتیں بھی کسب معاش کی نذر ہوجاتی ہیں حتیٰ کہ بعض حالات میں وہ نہ صرف اپنے علاقے بلکہ اپنے ملک سے بھی دور ہوجاتا ہے یہ سب کچھ اس لئے تاکہ اس کی بیوی بچے خوشحال زندگی بسر کرسکیں۔

اب ایک شوہر جس بیوی کے لئے اتنا سب کچھ کرے اسی بیوی کے بارے میں اسے خبر ملے کہ وہ اپنی عزت وناموس کسی اور پر لٹا رہی ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس بیوی نے اپنے شوہر کو محض اقتصادی حیوان اور احمق غلام سمجھ رکھا ہے، جو در در کی ٹھوکریں کھا کر اس کے قیام وطعام کا بندوبست کرے، اس کی جملہ ضروریات زندگی کو فراہم کرے اور وہ خود عشق وسرور کے لئے کسی اور کو منتخب کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کا ردعمل بڑا بھیانک ہوگا، اور شوہر کے لئے یہ بات نہ صرف یہ کہ ناقابل برداشت ہوگی بلکہ بسا اوقات اسے درندگی وسفاکی پر بھی آمادہ کرسکتی ہے۔

یہ صورت حال پیدا نہ ہو اسی لئے اسلام نے ایک بیوی کو بطور خاص حکم دیا ہے کہ وہ ایسے آدمی کا قدم بھی گھر میں نہ پڑنے دے جو اس کے شوہر کو ناپسند ہو۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ کے الفاظ ہیں:

”ولکم علیھن أن لا یوطئن فرشکم أحدا تکرھونه“

”تمہارے لئے تمہاری بیویوں پر حق ہے کہ وہ تمارے بستروں پر کسی بھی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں ناپسند ہو“ (صحیح مسلم:۔۸۹۰/۳، رقم:۱۲۱۸)

حتیٰ کہ شوہر کی موجودگی میں بھی بغیر شوہر کی مرضی کے عورت کسی کو بھی گھر میں قطعاً نہ آنے دے۔

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۱) نے کہا:

حدثنا محمد بن رافع، حدثنا عبد الرزاق، حدثنا معمر، عن همام بن منبه، قال:هذا ما حدثنا أبو هريرة، عن محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فذكر أحاديث منها، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:"لا تصم المرأة وبعلها شاهد إلا بإذنه، ولا تأذن في بيته وهو شاهد إلا بإذنه، وما أنفقت من كسبه من غير أمره، فإن نصف أجره له"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"جب شوہر حاضر ہو تو اس کی مرضی کے بغیر کوئی عورت روزہ (نفل) نہ رکھے، اور نہ اس کے گھر میں اس کی مرضی کے بغیر کسی کو آنے دے۔ اور عورت اپنے شوہر کی کمائی سے جو خرچ کرتی ہے تو اس میں بھی اس کے شوہر کو آدھا ثواب ہے" (صحیح مسلم:۔ ۳/ ۷۱۱، رقم:۱۰۲٦)

☆ **شوہر کی جنسی خواہش میں بیوی کا عدم تعاون:**

بیوی کی طرف سے شوہر کی جنسی خواہش کا خیال نہ رکھنا طلاق کا ایک خاموش مگر بڑا سبب ہے، یہ چیز شوہر کو شدید نفرت و کراہت میں مبتلا کر دیتی ہے، اور شوہر چڑ چڑے پن اور ترش روئی کا شکار ہو جاتا ہے۔

ایسے میں کسی بات پر جھگڑا ہو جائے اور بات طلاق تک پہنچے تو بظاہر یہی لگتا ہے کہ طلاق کا سبب یہ جھگڑا ہے لیکن درحقیقت اس کے ساتھ یہ خاموش سبب بھی ہوتا ہے کہ بیوی شوہر کی جنسی خواہش پوری نہیں کر رہی ہے۔

یہ وجہ ہے کہ احادیث میں ایک بیوی کو سخت تاکید کی گئی ہے کہ وہ شوہر کی جنسی خواہش کا مکمل خیال کرے۔ چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵٦) نے کہا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَأَبَتْ أَنْ تَجِيءَ، لَعَنَتْهَا المَلاَئِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ"

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:"جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے (ناراضگی کی وجہ سے) انکار کر دے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں" (صحیح البخاری:۔ ۷/۳۰، رقم:۵۱۹۳)

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۹) نے کہا:

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ، وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّورِ"

طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے بلائے تو اسے فوراً آنا چاہئے اگر چہ وہ تنور پر ہو" (سنن الترمذی ت شاکر:۔ ۳/۴۵۷، والحدیث صحیح)

امام ابن ماجۃ رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۳) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: "لَمَّا قَدِمَ مُعَاذٌ مِنَ الشَّامِ سَجَدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا هٰذَا يَا مُعَاذُ؟ قَالَ: أَتَيْتُ الشَّامَ فَوَافَقْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ وَبَطَارِقَتِهِمْ، فَوَدِدْتُ فِي نَفْسِي أَنْ نَفْعَلَ ذَالِكَ بِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَفْعَلُوا، فَإِنِّي لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا، وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَهِيَ عَلٰى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ"

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "جب معاذ رضی اللہ عنہ شام سے واپس آئے، تو نبی اکرم ﷺ کو سجدہ (سجدہ تحیہ) کیا، آپ ﷺ نے پوچھا: اے معاذ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں شام گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں، تو میری دلی تمنا ہوئی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی کریں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، ایسا نہ کرنا، اس لیے کہ اگر میں اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر لے، اور اگر شوہر عورت سے جماع کی خواہش کرے، اور وہ کجاوے پر سوار ہو تو بھی وہ شوہر کو منع نہ کرے" (سنن ابن ماجہ:۔ ۱/۵۹۵، رقم: ۱۸۵۳، والحدیث صحیح)

ان احادیث کے ساتھ اس بات پر بھی غور کریں کہ اسلام میں حالت حیض میں طلاق دینے سے منع کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں شوہر بیوی سے ہمبستری کا مجاز نہیں ہوتا ہے جس کے سبب اس مدت میں وہ چڑ چڑے پن اور بدمزاجی کا شکار رہتا ہے، اور معمولی بات پر بھی طلاق دے سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جنسی تسکین سے محرومی ہی طلاق کی تحریک بنتی ہے۔

نیز اس بات پر بھی غور کریں کہ حالت طہر میں طلاق دینے کے لئے بھی یہ شرط لگائی گئی ہے کہ جس طہر میں شوہر طلاق دے اس میں اس نے ہمبستری نہ کی ہو اور اگر بیوی شوہر کی جنسی تسکین کا خیال رکھنے والی ہوگی تو انقطاع حیض کے بعد فوراً شوہر کے ساتھ ہمبستری میں تعاون کرے گی اس طرح اس طہر میں طلاق کا امکان ہی ختم ہو جائے گا۔

اس کے برعکس اگر بیوی انقطاع حیض کے بعد بھی شوہر کے ساتھ ہمبستر نہ ہو اور بات بات پر جھگڑتی رہے تو ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں شوہر کی طرف سے طلاق کے امکانات زیادہ ہیں۔

محترم حافظ زبیر صاحب نے اس سلسلے میں ایک مختصر مضمون اور مفید مضمون لکھا ہے افادہ عام کے لئے یہ مضمون پیش خدمت ہے:

☆ **بیوی کے ساتھ زبردستی کرنا:(Marital Rape)**

بیوی کے ساتھ زبردستی تعلق قائم کرنے کے بارے میں سوالات بہت تیزی سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں، دونوں کی طرف سے۔اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے فی الحال تین بڑے پہلو ہیں:

مذہبی،نفسیاتی اور قانونی۔

مذہبی اعتبار سے بیوی اس بات کی پابند ہے کہ جب اس کا شوہر اسے اپنے بستر پر بلائے تو وہ انکار نہ کرے اور اگر وہ انکار کرے تو اس پر ساری رات فرشتوں کی لعنت رہتی ہے۔صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ بات عورت کو سمجھ نہیں آ سکتی کیونکہ وہ مرد نہیں ہے اور مرد کی سائیکالوجی کو نہیں سمجھ سکتی،البتہ فرائیڈ اگر یہ بات کرتا تو اس پر ہزاروں نہ سہی تو سینکڑوں کتابیں ضرور لکھی جا چکی ہوتیں۔

پس اگر بیوی اپنے شوہر کو انکار کر دے تو شوہر اپنی بیوی سے زبردستی کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں فقہاء کا کہنا یہ ہے کہ بیوی کا یہ انکار کرنا ''نشوز''یعنی سرکشی ہے اور نشوز کے بارے قرآن مجید نے یہ ہدایت دی ہے کہ پہلے اپنی بیوی کو وعظ کرے،اگر اس سے مسئلہ حل نہ ہو تو بستر علیحدہ کر لے،اگر اس سے مسئلہ حل نہ ہو تو اس پر سختی کرے۔اگر تو اس کے باوجود بیوی انکار پر اصرار کرے تو وہ نان نفقے کی مستحق نہیں رہتی۔لیکن یہاں یہ فرق ملحوظ رہے کہ فقہاء کے نزدیک اس انکار سے مراد بیوی کا بلاوجہ انکار کرنا ہے اور اگر انکار کی کوئی وجہ ہے جیسے بیوی بیمار ہے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے۔

اس مسئلے کا دوسرا پہلو نفسیاتی ہے کہ عورت کی نفسیات یہ ہے کہ اس کے لیے یہ برداشت کرنا مشکل ہے کہ اس کے ساتھ زبردستی کوئی تعلق قائم کیا جائے۔وہ یہ چاہتی ہے کہ جب وہ خود اپنے آپ کو مرد کے سپرد کرنے کے لیے دلی طور

تیار ہو جائے تو اس وقت اس سے ایسا تعلق قائم کیا جائے، ورنہ تو اس کے لیے شدید ذہنی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، ان میں سے ایک اس فعل سے ہی نفرت کرنا یا خود خاوند سے نفرت کرنا بھی شامل ہے۔ اکثر بیویوں کے اپنے خاوندوں سے بھاگنے کی وجہ یہی ہے کہ ان سے ان کی رضامندی کے بغیر تعلق قائم کر لیا جاتا ہے جو ان کے ذہنی مسائل کا باعث بن جاتا ہے۔

میرے خیال میں اعلیٰ اخلاق یہی ہیں کہ اگر خاوند کے ہاتھ لگانے پر بیوی اس کے ہاتھ کو جھڑک دے تو اس کو ہاتھ لگانے کا خیال بھی دل سے نکال دے۔ اور یہی رویہ اللہ کے رسول ﷺ کے حوالے سے ہمیں ملتا ہے کہ جب آپ کے ہاتھ لگانے پر آپ کی ایک منکوحہ نے غلط فہمی میں اعوذ باللہ پڑھ دی تو طبیعت کی نفاست کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اتنی بات پر اس سے علیحدگی اختیار کر لی کہ شاید اسے میرا ہاتھ لگانا پسند نہیں آیا لہٰذا اس لیے اس نے اعوذ باللہ پڑھی ہے جبکہ اس منکوحہ کو کسی اور زوجہ محترمہ نے یہ کہا تھا اور جان بوجھ کر کہا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے مزاج کو جانتی تھیں اور پسند نہیں کرتی تھیں کہ آپ کی زوجیت میں کسی اور خاتون کا اضافہ ہو۔

ہمارے ہاں عموماً جو شادیاں ہوتی ہیں تو لڑکے اور لڑکی میں پہلے سے کوئی مانوسیت اور الفت نہیں ہوتی لہٰذا ایسی صورت میں پہلے دن ہی ایسا تعلق قائم کرنا عموماً لڑکی کے لیے ایک ذہنی اذیت کا سبب بن جاتا ہے اور اس فعل سے نفرت ساری زندگی کے لیے اس کے لاشعور کا حصہ بن جاتی ہے۔ آپ کی بیوی اگر پہلے دن آپ کو ہاتھ لگانے سے روکتی ہے تو میرے خیال میں یہ فطری چیز ہے، اسے وقت لینے دیں، دو تین دن میں بات چیت سے مانوسیت پیدا کریں اور پھر کوئی ایسا تعلق قائم کریں ورنہ آپ اسے ذہنی مریض بھی بنا سکتے ہیں، خاص طور اس تعلق کے حوالے سے۔ نکاح کے دو بول سے اگرچہ حقیقت تو تبدیل ہو گئی ہے کہ وہ آپ کی منکوحہ بن گئی ہے لیکن ایک پردہ دار خاتون کے لیے اسے ذہناً قبول کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے کہ کوئی اس کے پورے جسم کا مالک بن چکا ہے، اور وہ بھی چند لمحوں میں۔

اس مسئلے کا تیسرا پہلو قانونی ہے تو بعض ممالک میں بیوی کے ساتھ زبردستی کو ایک جرم سمجھا جاتا ہے کہ جس کی سزا بھی ہے۔ جیسا کہ امریکہ، برطانیہ، روس، جاپان اور ترکی وغیرہ میں یہ ایک جرم ہے کہ شوہر یا بیوی میں سے کوئی بھی اپنے پارٹنر کے ساتھ زبردستی تعلق قائم کرے اور اکثر یورپین ممالک میں یہ ایک جرم ہی ہے۔ جبکہ دوسری طرف اکثر مسلم اور مشرقی ممالک مثلاً انڈونیشیا، ملائیشیا، سعودی عرب، ایران، چین، انڈیا وغیرہ میں یہ جرم تصور نہیں ہوتا اور یہی بات درست ہے۔

ٹھیک ہے کہ بیوی لونڈی نہیں ہے، بیوی اور لونڈی میں یہی فرق ہوتا ہے کہ بیوی سے زبردستی نہیں کی جاتی لیکن

ایسی صورت میں بیوی اگر اتنی ہی تنگ ہے تو اس کے پاس خلع کا آپشن تو موجود ہے۔اب یہ کیا بات ہوئی کہ اس نے رہنا بھی اسی شوہر کے ساتھ ہے، اور شوہر سے نان نفقہ بھی پورا لینا ہے اور اس کے حق کی بات آئے تو اب بیوی کہے کہ میرے نفسیاتی مسائل ہیں، ذہنی ہم آہنگی کے بغیر میں اپنا آپ اس کے حوالے کیسے کر سکتی ہوں؟ تو بی بی پھر ایسے شوہر سے علیحدگی لے لو یا پھر کم از کم اس سے نان نفقے کا مطالبہ ہی بند کر دو کہ اسے تو اس پر لگایا ہوا ہے کہ وہ تمہارے مسائل سمجھے لیکن یہ کہ تم اس کے مسائل کو کنسڈر کرو تو یہ بات تمہیں سمجھ نہیں آتی اور اس کے اصرار پر وہ تمہیں جنسی حیوان لگنے لگتا ہے لیکن وہ تو نان نفقے کے مطالبے پر تمہیں اقتصادی حیوان نہیں کہہ رہا۔

خلاصۂ کلام یہی ہے کہ مزاج کی نفاست اور اعلیٰ اخلاق کا تقاضا یہی ہے کہ شوہر اس معاملے میں بیوی کے ساتھ زبردستی نہ کرے بلکہ افہام وتفہیم سے اس مسئلے کو حل کرے، اور اگر اس سے مسئلہ حل نہ ہو تو اگر زیادہ تنگ ہے تو بیوی کا نان ونفقہ بند کر دے۔لیکن اگر شوہر ایسا کر لے تو یہ کوئی گناہ یا جرم نہیں ہے کہ جس کے لیے شوہر پر کوئی اخروی یا دنیاوی سزا لاگو ہو۔اور ایسی صورت میں اگر بیوی کے لیے نفسیاتی مسائل پیدا ہوں تو اس کے لیے خلع کا راستہ کھلا ہے۔اگر ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے اور شوہر سے واقعی میں کچھ فائدہ بھی حاصل نہیں ہو رہا تو پھر بہتر یہی ہے کہ شوہر کو صبر کی تلقین کرنے کی بجائے اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔واللہ اعلم بالصواب (انتہیٰ)

واضح رہے کہ برصغیر میں عموماً مرد ایک ہی شادی پر اکتفاء کرتا ہے اس لئے یہاں تو بیوی کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس کے انکار پر شوہر کے سامنے کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے۔

مالی مسائل

(۱) مالی مسائل میں آج کل ایک اہم مسئلہ جہیز کا بھی ہے جس شوہر کے والدین لالچی ہوں اس کی بیوی اگر جہیز لیکر نہ آئی تو اس کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے اور بالآخر معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔لڑکی والوں کو چاہئے کہ ایسے لالچی اور کام چور لوگوں کے گھر رشتہ ہی نہ کریں، تاکہ یہ نوبت ہی نہ آئے۔

(۲) دوسری طرف جو عورتیں زیادہ جہیز لاتی ہیں یا میکے سے اخراجات وصول کرتی ہیں وہ شوہر پر حکمرانی شروع کر دیتی ہیں اور ہر معاملے میں اپنا ہی حکم چلاتی ہیں یہ معاملہ بھی طلاق کا سبب بن جاتا ہے۔عورت کے والدین کو اس معاملے میں حساس ہونا چاہئے انہیں چاہئے کہ اپنی بیٹی کو نوازنے کے ساتھ اسے نصیحت بھی کرتے کہ وہ شوہر کے حقوق کو فراموش نہ کرے اور ایک فرمانبردار بیوی بن کر ہی رہے۔اور اس حدیث پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرے:

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا بندش وحی کے زمانے میں آپ ﷺ نے خودکشی کی کوشش کی تھی؟

فاروق عبداللہ بن محمد اشرف الحق نراین پوری

بعض مقررین اور واعظین سے یہ قصہ سننے کو ملتا ہے کہ نبی معصوم علیہ الصلاۃ والسلام بندش وحی کے ایام میں اس قدر حزین وغمگین رہے کہ آپ نے بسا اوقات پہاڑ کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی کوشش بھی کی تھی۔ اور بطور حوالہ ''الرحیق المختوم'' (ص:۱۰۱) کو پیش کرتے ہیں کہ اس میں ''صحیح بخاری'' کے حوالہ سے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ الرحیق المختوم سیرت رسول کے عنوان پر دنیا کی سب سے بہترین کتابوں میں سے ایک کتاب ہے، بلکہ سیرت نگاری کے مسابقہ میں پوری دنیا کے اندر اول انعام یافتہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مؤلف کتاب فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ذریعۂ نجات بنائے اور جنت میں بلندیٔ درجات کا سبب بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

مذکورہ کتاب میں صحیح بخاری کی طرف اس قصہ کے احالہ میں شیخ کی عبارت دقیق نہیں ہے، جس وجہ سے بعض لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اس قصہ کی صحت میں قطعاً کوئی کلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' کے اندر روایت کی ہے جس کی صحت پر امت کا اجماع ہے۔

حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت صحیح بخاری کے اندر موجود ہے، لیکن موصولاً نہیں، بلکہ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے بلاغاً روایت کی ہے، لیکن شیخ رحمہ اللہ نے اس کے ''بلاغ'' کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے، جس سے قاری کو وہم ہو جاتا ہے کہ اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے موصولاً ہی روایت کی ہوگی۔

جو حدیثیں ''بلاغاً'' روایت کی گئی ہوں وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں ہوتیں۔ جب صحیح بخاری کی صحت پر امت کے اجماع کی بات کی جاتی ہے تو اس سے مقصود اس طرح کی روایتیں نہیں ہوتیں، بلکہ اس سے مقصود صرف وہ موصول روایتیں ہوتی ہیں جنہیں انہوں نے اصول کے اندر ذکر کیا ہے، متابعات اور شواہد میں نہیں۔

اب آتے ہیں مذکورہ روایت اور اس کی تحقیق کی طرف۔ صحیح بخاری کے اندر یہ روایت یوں موجود ہے:

''وَفَتَرَ الوَحْيُ فَتْرَةً حَتّٰى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا بَلَغَنَا، حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ

يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ شَوَاهِقِ الجِبَالِ، فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا، فَيَسْكُنُ لِذَالِكَ جَأْشُهُ، وَتَقِرُّ نَفْسُهُ، فَيَرْجِعُ، فَإِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الوَحْيِ غَدَا لِمِثْلِ ذَالِكَ، فَإِذَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَالِكَ"

(صحيح البخاری:۔۲۹/۹،حديث نمبر:٦٩٨٢)

''اور ایک مدت تک وحی بند ہوگئی، جس سے رسول اللہ ﷺ اس قدر غمگین ہوئے جیسے کہ ہمیں خبر پہنچی کہ کئی بار بلند وبالا پہاڑ کی چوٹیوں پرتشریف لے گئے کہ وہاں سے اپنے آپ کولڑھک جائیں، لیکن جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ اپنے آپ کولڑھکالیں تو جبریل علیہ السلام نمودار ہوتے اور فرماتے:''اے محمد آپ اللہ کے برحق رسول ہیں''۔اور اس کی وجہ سے آپ کا اضطراب تھم جاتا اور نفس کو قرار آ جاتا، اور آپ واپس آ جاتے۔ پھر جب آپ پر وحی کی بندش طول پکڑ جاتی تو آپ پھر اسی جیسے کام کے لئے نکلتے لیکن جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو جبریل علیہ السلام نمودار ہوکر پھر وہی بات دہراتے''(روایت کا یہ ترجمہ معمولی تصرف کے ساتھ الرحیق المختوم سے ہی ماخوذ ہے)

اسے غور سے پڑھیں۔اس میں''**حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**'' کے بعد اور''**حُزْنًا**'' سے پہلے''**فِيمَا بَلَغَنَا**'' کا لفظ موجود ہے، جس کے قائل امام زہری رحمہ اللہ ہیں۔دیکھیں:(فتح البـاری لابـن حجر:۔٢٩٠/١٦١)، وارشاد الساری للقسطلانی:۔١٢١/١٠)

پس یہ حدیث امام زہری رحمہ اللہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بلاغاً روایت کی ہے، موصولاً نہیں۔

اصل روایت کافی لمبی ہے جس میں بالتفصیل ابتدائے وحی کے قصہ کو بیان کیا گیا ہے۔اس قصہ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے متعدد بار ذکر کیا ہے، لیکن اس میں''خودکشی کی کوشش'' کی زیادتی وارد نہیں ہے۔(یعنی خودکشی کرنے کی کوشش کا پورا قصہ دوسری جگہوں پر وارد نہیں ہے۔ جسے یہاں پر اور آگے بھی''زیادتی'' سے تعبیر کی گئی ہے۔ ہماری اردو زبان میں''زیادتی'' کا جو مفہوم ہے وہ مقصود نہیں ہے۔

امام زہری کی حدیث میں یہ زیادتی صرف معمر کی روایت میں وارد ہے، جہاں تک امام زہری سے عقیل کی روایت کی بات ہے جن سے امام بخاری نے یہاں (حدیث نمبر:۶۹۸۲) مقروناً روایت کی ہے تو ان کی روایت میں یہ زیادتی وارد نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے۔دیکھیں:(فتح البـاری لـلـحـافظ ابن حجر :۔ ٢٩٠/١٦)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان (عقیل) سے''باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم(٧/١،حـديـث نمبر:٣) میں مفرداً (مقروناً نہیں) روایت کی ہے۔

اوراس میں یہ زیادتی وارد نہیں ہے۔

ہاں! بعض مصادر میں معمر کی یہ روایت زہری سے بلاغاً نہیں بلکہ موصولاً بھی وارد ہے، جس کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ ابن مردویہ نے اپنی ''تفسیر'' (جیسے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری:۲۹۰/۱۶ میں ذکر کیا ہے) میں اسے **''عن محمد بن کثیر -الصنعانی الثقفی -عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة''** کی سند سے موصولاً روایت کی ہے، بلاغاً نہیں۔

لیکن اس کی سند معمر تک ثابت نہیں ہے۔ محمد بن کثیر الثقفی الصنعانی **''صدوق کثیر الغلط''** ہیں۔ دیکھیں:

(تقریب التهذیب:۔ص:٥٠٤،ترجمه نمبر:٦٢٥١)

۲۔ امام طبری کی تاریخ (۲۹۸/۲۔۲۹۹) میں نعمان بن راشد نے محمد بن کثیر کی متابعت کی ہے، اور اسے مذکورہ سند **''عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة''** سے موصولاً روایت کی ہے، بلاغاً نہیں۔

لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ نعمان بن راشد کو حافظ ابن حجر نے **''صدوق سیء الحفظ''** کہا ہے۔ دیکھیں:

تقریب التهذیب :۔ص:٥٦٤،ترجمه نمبر:٧١٥٤)

اس کے برعکس ''معمر عن الزہری'' سے ان کے شاگرد خاص عبدالرزاق نے صحیح بخاری (حدیث نمبر:٦٩٨٢) اور مسند احمد (۱۱۲/۴۳۔۱۱٤)، حدیث نمبر (۲۵۹۵۹) میں **''فیما بلغنا''** کے لفظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور عبد الرزاق جیسے ثقہ راوی کے سامنے ان ضعیف رواۃ کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ انہوں نے سات سے آٹھ سال تک معمر کی صحبت وشاگردی اختیار کی ہے۔ دیکھیں: (الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم :۔٣٨/٦)

اس لئے عبدالرزاق کی **''فیما بلغنا''** والی روایت کو محمد بن کثیر اور نعمان بن راشد کی روایتوں پر ترجیح حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عبدالرزاق کے روایت کی تائید ابن ثور (محمد بن ثور الصنعانی ابوعبداللہ العابد) کی روایت سے بھی ہوتی ہے جسے امام طبری نے اپنی تاریخ (۳۰۵/۲) میں ''معمر عن الزہری'' سے مرسلاً روایت کی ہے۔

اورابن ثور ثقہ ہیں۔ (ص:٤٧١)(٥٧٧٥)

اس لئے اس روایت میں زہری سے روایت کرنے میں معمر سے راجح یہ ہے کہ یہ امام زہری کی بلاغات میں سے ہے۔ اوراسے ان سے موصولاً روایت کرنا غلط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یونس بن یزید الایلی نے امام زہری سے **''فیما بلغنا''** کے لفظ کے ساتھ روایت کرنے میں معمر کی متابعت بھی کی

ہے۔(ان کی اس حدیث کودولابی نے الذریۃ الطاہرہ (ص:۳۳) حدیث نمبر:۲۲) میں روایت کی ہے)

جس سے مزید اس کے ''بلاغات زہری'' میں سے ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

ان تمام مذکورہ تفصیلات سے واضح ہے کہ اس روایت میں ''خودکشی کرنے کی زیادتی'' ثابت نہیں ہے۔

یہ تو اس کی اسنادی حیثیت ہوئی، اگر متن پر غور کریں تو دیکھیں گے کہ اس کا متن بھی منکر ہے۔ کیا نبی معصوم علیہ السلام کی شان کے لائق ہے کہ آپ خودکشی جیسے کبیرہ گناہ کی کوشش کریں، چاہے اس کا سبب کچھ بھی کیوں نہ ہو؟ قطعاً نہیں۔ وہ بھی اس وقت جب کہ آپ کا ہی فرمان ہے:''**من تردى من جبل فقتل نفسه، فهو فى نار جهنم يتردى فيه خالدًا مخلدًا فيها أبدًا، ومن تحسى سما فقتل نفسه، فسمه فى يده يتحساه فى نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا، ومن قتل نفسه بحديدة، فحديدته فى يده يجأ بها فى بطنه فى نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا**'' (متفق عليه:الصحيح للبخارى:۔كتاب الطب:باب شرب السم والدواء به :۱۳۹/۷،(۵۷۷۸)،واللفظ له،والصحيح لمسلم:۔كتاب الإيمان:باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه :۱/ ۱۰۳،(۱۰۹))

''جو شخص پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو قتل کر ڈالے وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور اس میں ہمیشہ گرایا جاتا رہیگا، اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو مار ڈالا تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں اس کو پیتا رہیگا، اور ہمیشہ اسی حالت میں رہیگا، اور جس نے اپنے آپ کو لوہے سے قتل کر ڈالا تو اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اس سے اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ میں اپنے آپ کو مارتا رہیگا، اور ہمیشہ اس کی یہی حالت رہے گی''

بلکہ خودکشی تو دور کی بات آپ ﷺ نے موت کی تمنا اور دعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ (متفق عليه:صحيح بخارى:۔حديث نمبر:۷۲۳۵،وصحيح مسلم :۔۲۶۸۲)

نیز خودکشی بزدلی کی علامت ہے، اور کوئی بھی عقلمند انسان اسے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے قطعاً یہ شان نبوت کے لائق نہیں ہے کہ آپ اس طرح کی کوشش یا خیال کریں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس زیادتی کو منکر کہا ہے۔ (دفاع عن الحديث النبوى:۔ص:۴۱)

پس ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی خودکشی کا قصہ ثابت نہیں ہے، یہ ایک منکر روایت ہے، اس لئے اسے نبی معصوم علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے ذکر کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ **واللّٰه الهادى وهو الموفق الى سواء السبيل.**

بیماری اسلام کی نظر میں

(دوسری اور آخری قسط)

رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی

محترم قارئین!

☆ ہمارا کوئی بھائی جب بیمار ہو تو ہمیں اس کی عیادت کرنی چاہئے اس کے پاس جا کر اس کی خیریت پوچھنا چاہئے اسے تسلی دینا چاہئے۔ جیسا کہ براء بن عاذب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

"اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَلُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ وَعَنِ الْقَسِّيِّ وَالْمِيثَرَةِ وَاَمَرَنَا اَنْ نَتْبَعَ الْجَنَائِزَ وَنَعُودَ الْمَرِيضَ وَنُفْشِيَ السَّلَامَهم"

"ہمیں آپ ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا سونے کی انگوٹھی، ریشم، دیباج، قسی اور میثرہ کے پہننے سے اور جنازوں کے پیچھے جانے، مریض کی عیادت کرنے، سلام کو رائج کرنے کا حکم دیا" (صحیح بخاری:۔ ۵۶۵۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيلَ مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَسَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ"

"مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا(۱) جب تو اس سے ملے تو اسے سلام کر(۲) جب وہ تجھے دعوت دے تو قبول کر(۳) جب وہ تجھ سے خیر خواہی طلب کرے تو تو اس کی خیر خواہی کر(۴) جب وہ چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو تم دعا دو۔ یعنی یَرْحَمُکَ اللہ کہو(۵) جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو(۶) اور جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو" (صحیح مسلم:۔ ۲۱۶۲)

اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ "، "بھوکوں کو کھانا کھلاؤ مریض کی عیادت کرو اور قیدیوں کو چھڑاؤ" (صحیح بخاری:۔۵۳۷۳)

آپ ﷺ نے نہ یہ کہ صرف اس بات کی تلقین کی ہے بلکہ کر کے بھی دکھایا ہے جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"مَرِضْتُ مَرَضًا فَاَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَاَبُو بَكْرٍ وَهُمَا مَاشِيَانِ فَوَجَدَانِي أُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ وَضُوئَهُ عَلَيَّ فَاَفَقْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ اَصْنَعُ فِي مَالِي كَيْفَ اَقْضِي فِي مَالِي فَلَمْ يُجِبْنِي بِشَيْءٍ حَتّٰى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ".

"میں ایک دفعہ بیمار ہوا تو میرے پاس رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر عیادت کے لئے تشریف لائے، دونوں پیدل تھے، دونوں نے مجھے بیہوشی کی حالت میں پایا تو نبی ﷺ نے وضو کیا پھر وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر چھڑک دیا، جس سے مجھے ہوش آ گیا، میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ (تشریف فرما) ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اپنے مال کو کیا کروں، تو آپ ﷺ نے میری بات کا جواب نہیں دیا یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہوئی" (صحیح بخاری:۔۵۶۵۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَائَهُ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَخَا الْاَنْصَارِ كَيْفَ اَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ صَالِحٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَعُودُهُ مِنْكُمْ فَقَامَ وَقُمْنَا مَعَهُ وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ وَلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ نَمْشِي فِي تِلْكَ السِّبَاخِ حَتّٰى جِئْنَاهُ فَاسْتَاْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ حَتّٰى دَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ الَّذِينَ مَعَهُ"

"ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے آپ ﷺ کے پاس انصار میں سے ایک آدمی نے آ کر آپ ﷺ کو سلام کیا پھر وہ انصاری چلا گیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اچھے ہیں، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون اس کی عیادت کرنا چاہتا ہے؟ پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور ہم کچھ اوپر دس آدمی تھے ہمارے پاس جوتے

موزے ٹوپیاں اور قمیص نہ تھے،ہم اس کنکریلی زمین میں پیدل جارہے تھے یہاں تک کہ ہم ان کے پاس پہنچے تو ان کی قوم ان کے پاس سے ہٹ گئی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ جو آپ کے ساتھ تھے اس کے قریب ہو گئے۔(صحیح مسلم :۔٦٢٥)

مذکورہ تمام روایتوں میں آپ ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ ہمیں اس بات کی ترغیب دلائی ہے کہ ہمارا کوئی بھائی بیمار ہو تو ہم اس کی عیادت کریں،اس کے گھر جا کر اسے اور اس کے اہل وعیال کو تسلی دیں انہیں صبر کی تلقین کریں اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو یہ بھی ہمارے لئے وبال جان ہوگی۔جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُودُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِي فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَالِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ اَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَالِكَ عِنْدِي“

”اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی وہ کہے گا اے پروردگار میں تیری عیادت کیسے کرتا حالانکہ تو تو رب العالمین ہے اللہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا وہ کہے گا اے پروردگار میں آپ کو کیسے کھانا کھلاتا حالانکہ تو تو رب العالمین ہے تو اللہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا تھا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا وہ کہے گا اے پروردگار میں تجھے کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو تو رب العالمین ہے اللہ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اس کو پانی نہیں پلایا تھا اگر تو اسے پانی پلاتا تو تو اسے میرے پاس پاتا“ (مسلم:۔٢٥٦٩)

اب رہا سوال یہ کہ عیادت کیسے کرنا چاہئے؟ دوران عیادت ہمیں کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ

نے اگرہمیں عیادت کی تلقین کی ہے تو عیادت کا طریقہ بھی بتایا ہے، ہم بیمار کے پاس جائیں تو ہم کیا کریں اور کیا نہ کریں؟ اس سلسلے میں بھی رسول رحمت ﷺ نے ہماری رہنمائی کی ہے۔

☆ **اولاً:** جب کوئی بیمار کی عیادت کو جائے تو وہ بیمار پر وہ شرعی اعتبار سے دم کرے کیوں کہ جب نبی ﷺ بیمار ہوئے تو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اوران پر دم کیا جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''اَنَّ جِبْرِيلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنِ حَاسِدٍ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيكَ''

''جبرائیل نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا اے محمد کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جبرائیل نے کہا: **بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنِ حَاسِدٍ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيكَ** میں اللہ کے نام سے آپ کو ہر تکلیف دینے والی چیز سے ہر خبیث نفس کی برائی سے اور ہر حسد کرنے والے کی نظر سے دم کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں اللہ آپ کو شفا عطا فرمائے'' (صحیح مسلم : ۲۱۸۶.)

اسی طرح جب ثابت البنانی رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو انس رضی اللہ عنہ نے ان پر دم کیا تھا جیسا کہ عبدالعزیز بن صہیب سے روایت ہے کہ:

''دَخَلْتُ اَنَا وَثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ ثَابِتٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ اشْتَكَيْتُ فَقَالَ اَنَسٌ اَفَلَا اَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰى قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا''

''میں اور ثابت بنانی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ثابت نے کہا اے ابوحمزہ میں بیمار ہوں حضرت انس نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ کی دعا سے نہ جھاڑوں (دم نہ کروں) انہوں نے کہا کیوں نہیں حضرت انس نے یہ پڑھا: **''اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا''** ''اے اللہ لوگوں کے پالنے والے اسے تکلیفوں کو دور کرنے والے شفاء عطا فرما کیونکہ تیرے بغیر کوئی شفا دینے والا نہیں ایسی شفا عطا فرما کہ کوئی بیماری نہ رہے'' (صحیح بخاری :۔ ۵۷٤۲)

☆ **ثانیاً:** کسی بھی بیمار کی عیادت کے وقت اس کے شفایابی کی دعا کرنا چاہئے کیوں کہ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا آپ ﷺ جب بھی کسی بیمار کی عیادت کو جاتے تو اس کے لئے شفایابی کی دعا کرتے بے شمار دعائیں آپ ﷺ سے

ثابت ہیں۔ چند دعائیں ملاحظہ کریں۔

آپ ﷺ بوقت عیادت جن جن دعاؤں کا اہتمام کرتے ان میں سے ایک "اَذْهِبِ البَاسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا" ہے۔ جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

"اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا اَتٰى مَرِيضًا اَوْ اُتِيَ بِهِ، قَالَاَذْهِبِ البَاسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِي، لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا"" جب آپ ﷺ کے پاس کوئی مریض آتا یالایا جاتا تو آپ ﷺ کہتے: "اذهبِ البَاسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا" "اے اللہ لوگوں کے پالنے والے اسے تکلیفوں کو دور کرنے والے شفاء عطا فرما کیونکہ تیرے بغیر کوئی شفا دینے والا نہیں ایسی شفا عطا فرما کہ کوئی بیماری نہ رہے" (صحیح بخاری:۔٥٦٧٥،صحیح مسلم :۔ ٢١٩١)

اسی طرح آپ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے وقت: "اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا" کہا ہے۔ جیسا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے تینوں بیٹوں نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے:

" اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى سَعْدٍ يَعُودُهُ بِمَكَّةَ فَبَكٰى قَالَ مَا يُبْكِيكَ فَقَالَ قَدْ خَشِيتُ اَنْ اَمُوتَ بِالْاَرْضِ الَّتِي هَاجَرْتُ مِنْهَا كَمَا مَاتَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا اللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَإِنَّمَا يَرِثُنِي ابْنَتِي اَفَاُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَالنِّصْفُ قَالَ لَا قَالَ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ إِنَّ صَدَقَتَكَ مِنْ مَالِكَ صَدَقَةٌ وَإِنَّ نَفَقَتَكَ عَلٰى عِيَالِكَ صَدَقَةٌ وَإِنَّ مَا تَاْكُلُ امْرَاَتُكَ مِنْ مَالِكَ صَدَقَةٌ وَإِنَّكَ اَنْ تَدَعَ اَهْلَكَ بِخَيْرٍ اَوْ قَالَ بِعَيْشٍ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَدَعَهُمْ يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَقَالَ بِيَدِهِ"

"نبی کریم ﷺ مکہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو وہ رونے لگے آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کس چیز نے رلا دیا تو عرض کیا میں ڈرتا ہو کہ میں اس زمین میں مرجاؤں جہاں سے میں نے ہجرت کی جیسا کہ سعد بن خولہ فوت ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! سعد کو شفاء دے سعد نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے پاس بہت کثیر مال و دولت ہے اور میری وارث میری بیٹی ہے کیا میں اپنے

سارے مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اس نے عرض کی دوتہائی کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اس نے عرض کی آدھے کی آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اس نے عرض کی ایک تہائی کی آپ ﷺ نے فرمایا تہائی کی اور تہائی بہت ہے۔ اور تیرے اپنے مال سے صدقہ کرنا بھی صدقہ ہے اور تیرا اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے اور یہ کہ تو اپنے اہل وعیال کو خوشحالی میں چھوڑے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ تو انہیں اس حال میں چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوں اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے یہ ارشاد فرمایا'' (صحیح مسلم :۔١٦٢٨)

بوقت عیادت آپ سے ایک دعا: ''اَسَالُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اَنْ يَشْفِيَكَ'' بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَحْضُرْ اَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مِرَارٍ اَسَالُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اَنْ يَشْفِيَكَ إِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ الْمَرَضِ'' ''جو شخص کسی بیمار کی عیادت کے لئے جائے تو اس کے پاس بیٹھ کر یہ دعاء سات مرتبہ پڑھے ''اَسَالُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اَنْ يَشْفِيَكَ'' میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں جو عظمت والا ہے اور بڑی عظمت والے عرش کا مالک ہے کہ وہ تجھ کو شفاء عطاء فرمائے اگر ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس مرض سے صحت عطاء فرمائے گا'' (سنن ابو داؤد:۔٣١٠٦)

آپ ﷺ نے ایک دیہاتی کی عیادت کے وقت '' لَا بَاسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ '' بھی پڑھا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

'' اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ يَعُودُهُ فَقَالَ لَا بَاسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالَ كَلَّا بَلْ حُمَّى تَفُورُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيرٍ تُزِيرُهُ الْقُبُورَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ إِذًا '' ''رسول اللہ ﷺ ایک شخص کی عیادت کو تشریف لے گئے تو فرمایا کوئی حرج نہیں انشاء اللہ گناہوں سے پاک ہو جاؤ گے اس نے کہا ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بخار ہے جو ایک بوڑھے پر چڑھا ہوا ہے تاکہ اس کو قبروں کی زیارت کرادے (قبروں تک پہنچادے) نبی نے فرمایا کہ اچھا یہی سہی'' (صحیح بخاری:۔٣١١٦)

عائشہ بنت سعد کہتے کہ عائشہ بنت سعد کے والد نے کہا کہ:

''اَنَّ اَبَاهَا قَالَ تَشَكَّيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوًا شَدِيدًا فَجَائَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّي اَتْرُكُ مَالًا وَإِنِّي لَمْ اَتْرُكْ إِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً فَاُوصِي بِثُلُثَيْ مَالِي وَاَتْرُكُ الثُّلُثَ فَقَالَ لَا قُلْتُ فَاُوصِي بِالنِّصْفِ وَاَتْرُكُ النِّصْفَ قَالَ لَا قُلْتُ فَاُوصِي بِالثُّلُثِ وَاَتْرُكُ لَهَا الثُّلُثَيْنِ قَالَ

الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلٰى جَبْهَتِهِ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلٰى وَجْهِي وَبَطْنِي ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَاَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ فَمَا زِلْتُ اَجِدُ بَرْدَهُ عَلٰى كَبِدِي فِيمَا يُخَالُ إِلَيَّ حَتَّى السَّاعَةِ"

''میں مکہ میں بہت سخت بیمار ہوا تو آنحضرت ﷺ میرے پاس عیادت کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ میں مال چھوڑ کر مر رہا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ اور تہائی مال چھوڑ دوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ نصف کی وصیت کر دوں اور نصف چھوڑ دوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں میں نے پوچھا کہ ایک تہائی کی وصیت کر دوں اور دو تہائی اس کے لئے چھوڑ دوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک تہائی (کی وصیت کر سکتے ہو) اور ایک تہائی بھی بہت زیادہ ہے آپ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا پھر میرے چہرے اور پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو مکمل کر دے میں اس وقت سے اب تک اپنے جگر میں اس کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں'' (صحیح بخاری :۔ ٥٦٥٩)

☆ **ثالثاً:** عیادت کرنے والا اپنا ہاتھ اس بیمار کے جسم پر پھیرے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ اَهْلِهِ، يَمْسَحُ بِيَدِهِ اليُمْنَى وَيَقُولُ: "اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ البَاسَ، اشْفِهِ وَاَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا" آپ ﷺ تعوذ پڑھ کر اپنی بعض بیویوں کے تکلیف کے مقام پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور فرماتے: ''اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف دور کر، اس کو شفا دے اور تو شفا دینے والا ہے، شفا تیری ہی ہے ایسی شفا جو بیماری کو نہ چھوڑے'' (صحیح بخاری :۔ ٥٧٤٣)

☆ **رابعاً:** ہاتھ پھیرنے کے ساتھ ساتھ اس بیمار کو تسلی کے طور پر اس بات سے بھی آگاہ کیا جائے کہ اس میں آپ کو اجر ملے گا۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں: "دَخَلْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا، فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَجَلْ، إِنِّي اُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ فَقُلْتُ: ذَالِكَ اَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَجَلْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ اَذًى، مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ، إِلَّا حَطَّ اللّٰهُ لَهُ سَيِّئَاتِهِ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا"

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جبکہ آپ سخت بیمار تھے حاضر ہوا، میں نے آپ کو اپنے ہاتھ سے چھوا تو میں نے

عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کوتو بہت تیز بخار ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہاں مجھے تم میں سے دوآدمیوں کے برابر بخار ہے پھر میں نے عرض کیا کہ یہ شاید اس وجہ سے کہ آپ کے لئے دوہرا اجر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کو بھی کوئی تکلیف پہنچے خواہ مرض ہو یا اس کے علاوہ (کوئی تکلیف) تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو گرادیتا ہے جس طرح درخت سے پتے گرجاتے ہیں۔(صحیح بخاری:۔۵٦٦٠،صحیح مسلم:۔۲۵۷۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:"إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ، فَنَفِّسُوا لَهُ فِي الْأَجَلِ، فَإِنَّ ذَالِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا، وَهُوَ يُطَيِّبُ بِنَفْسِ الْمَرِيضِ""جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس کو زندگی کی امید دلاؤ کیونکہ یہ کسی چیز کو لوٹا تو نہیں سکتا لیکن بیمار کے دل کو خوش کردیتا ہے" (سنن ابن ماجة :۔ ۱٦۳۸)

حضرت عائشہ بنت سعد سے روایت ہے کہ ان کے والد (سعد بن ابی وقاص) کا بیان ہے کہا:"شتكيتُ بمكةَ، فجاء نی النبیُّ صلَّی اللّٰه علیه وسلم یعودُنی، ووضع یَدَه علٰی جبهتی، ثم مسح صدری وبطنی، ثم قال: اللّٰهم اشفِ سعداً، واَتمم له هِجرتَهُ"

"میں مکہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے۔آپ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا اس کے بعد میرے سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے اللہ سعد کو شفاء عطاء فرما اور اس کی ہجرت پوری فرما (یعنی مدینہ میں پہنچادے)" (سنن ابی داؤد:۔۳۱۰٤)

☆ خامساً: بیمار پرسی کے وقت بیمار کے سامنے اچھی باتیں کرو جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ اَوْ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلٰى مَا تَقُولُونَ قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ اَبُو سَلَمَةَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ قَالَ قُولِي اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلَهُ وَاَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبَى حَسَنَةً قَالَتْ فَقُلْتُ فَاَعْقَبَنِي اللّٰهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِي مِنْهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

"جب تم مریض یا میت کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہو کیونکہ فرشتے تمہاری بات پر آمین کہیں گے جب ابوسلمہ فوت ہوئے تو نبی ﷺ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا، آپ صلی ﷺ نے فرمایا تو "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلَهُ وَاَعْقِبْنِي مِنْهُ عُقْبَى حَسَنَةً""اے اللہ مجھے اور اس کو معاف فرمادے اور مجھے اس سے

اچھابدلہ عطافرما'' کہہ میں نے کہا تو اللہ نے مجھے اس سے بہتر محمد عطافرمادئے۔ (صحیح مسلم :۔۹۱۹)

اگر آپ اس کی بیماری کو لے کر خطرناک جملے ادا کریں گے تو اس کی پریشانی میں اضافہ ہوگا اسے بے چینی ستائے گی وہ پریشان ہوگا اور اچھی باتوں سے اسے تسلی ملے گی۔جیسا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشادفرمایا:''إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ، فَنَفِّسُوا لَهُ فِي الْاَجَلِ، فَإِنَّ ذَالِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا، وَهُوَ يُطَيِّبُ بِنَفْسِ الْمَرِيضِ'' ''جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس کو زندگی کی امید دلاؤ کیونکہ یہ کسی چیز کولوٹا تو نہیں سکتا لیکن بیمار کے دل کو خوش کردیتا ہے'' (سنن ابن ماجة:۔۱۶۳۸)

اب سوال یہ ہے کہ ایک انسان کو بیمار پرسی کی تاکید آخر اس انداز میں کیوں کی گئی ہے؟ اگر آپ اس کا جائزہ لیں گے تو پتہ چلے گا کہ اس کے بے شمار فائدے ہیں، چند کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

عیادت کرنے والا بوقت عیادت جنت کے میوہ زار میں ہوتا ہے۔جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ'' ''جو بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ اس وقت سے واپس آنے تک جنت کے میوہ زار میں ہوتا ہے'' (صحیح مسلم :۔ ۲۵٦۸)

☆عیادت کرنے والے پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے نیز اس کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں۔جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا:''مَنْ اَتَى اَخَاهُ الْمُسْلِمَ عَائِدًا مَشَى فِي خَرَافَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَجْلِسَ فَإِذَا جَلَسَ غَمَرَتْهُ الرَّحْمَةُ فَإِنْ كَانَ غُدْوَةً صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ كَانَ مَسَاءً صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ''

''جو اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے آرہا ہوتو وہ جنت میں چل رہا ہے یہاں تک کہ بیٹھ جائے اور جب وہ بیٹھ جائے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اگر صبح کا وقت ہوتو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت وبخشش کی دعا کرتے ہیں اور اگر شام کا وقت ہوتو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں'' (سنن ابن ماجه :۔۱٤٤۲)

ایک دوسری روایت میں ثویر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:''اَخَذَ عَلِيٌّ بِيَدِي قَالَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْحَسَنِ نَعُودُهُ فَوَجَدْنَا عِنْدَهُ اَبَا مُوسٰى فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام اَعَائِدًا جِئْتَ يَا اَبَا مُوسَى اَمْ زَائِرًا فَقَالَ لَا بَلْ عَائِدًا فَقَالَ عَلِيٌّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ

حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ"""

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا چلو حسین کی عیادت کے لئے چلیں ہم نے ان کے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو پایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے ابوموسیٰ! بیمار پرسی کے لئے آئے ہو یا ملاقات کے لئے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں: بلکہ عیادت کے لئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرے تو صبح تک۔ اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہوگا" (سنن الترمذی:۔۹٦۹)

عیادت کرنے والے کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: مَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا" "جو کسی بیمار کی عیادت کرے تو آسمان سے ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ تم نے خوب کیا اور تمہارا چلنا بھی پسندیدہ ہے اور تم نے جنت میں گھر بنالیا" (سنن ابن ماجة:۔١٤٤٣)

اب رہا یہ معاملہ کہ کیا کافر کی عیادت جائز ہے؟ ہاں کافر کی عیادت بھی جائز ہے۔ کیوں کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی کی عیادت کی ہے۔ جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کہتے کہ:" اَنَّ غُلَامًا لِيَهُودَ كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَالَ اَسْلِمْ فَاَسْلَمَ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيهِ لَمَّا حُضِرَ اَبُو طَالِبٍ جَاءَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

"ایک یہودی غلام نبی ﷺ کی خدمت کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ مسلمان ہوجا تو وہ مسلمان ہوگیا اور سعید بن مسیّب نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ جس وقت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لائے" (صحیح بخاری:۔٥٦٥٧)

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ یہودی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس یہودی لڑکے کی عیادت کی تو جب یہودی کی جائز ہے تو کافر کی بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو باتیں سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

☆☆☆

(دوسری اور آخری قسط)

قرآن اور بچّے

ام ھشام

(۵)ساز گار گھریلو عوامل:

ایک بچے کے کچھ سیکھنے سکھانے میں اسکا گھریلو ماحول سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے اس لئے ہمیشہ کوشش ہونی چاہیے کہ گھر کا ماحول پاکیزہ، آسودہ اور اطمینان بخش ہو۔ بچہ اس ماحول میں جب اپنی آنکھیں کھولے، سانس لے تو وہ خود اسلامی تعلیم وتربیت کا تیار کردہ بولتا ہوا آئینہ ثابت ہو۔

اس لئے ضروری ہے کہ گھر میں اہل خانہ کا باہمی تعلق اس قدر ملاطفت آمیز ہو کہ بچے کی طبیعت پر اسکے خوشگوار نظر آئیں بچہ گھر والوں کی صحبت میں خود کو ہشاش وبشاش محسوس کرے دوران تدریس اسکی تھکی ماندی طبیعت گھر والوں کی صحبت میں پھر سے تروتازہ ہوجائے۔

قرآن کریم سیکھنے والا بچہ جب اپنے گھر میں داخل ہو تو نہ صرف اسکی عزت وتکریم کی جائے بلکہ شفقت ومحبت کا اظہار بھی کیا جائے حسب استطاعت اسکی خاطر مدارت کا انتظام کیا جائے تا کہ بچہ اہل خانہ کی نظر میں اپنے آپ کو محترم اور اہم تصور کرے اس سے اسکا اعتماد پروان چڑھے گا۔

عموماً گھروں میں جن اخلاقی برائیوں کی کثرت دیکھی جاتی ہے ان برائیوں کے جرثومے بچے کے اندر غیر محسوس طریقے سے داخل ہوجاتے ہیں اور یہ اپنے اثرات چھوڑنے میں نہایت ہی مستعد ہوتے ہیں ایک بار کوئی ان کے زیر اثر آ گیا تو پھر بچوں پر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم اور وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا اس لیے لازم ہے کہ گھروں کو صوتی، سمعی اور بصری آلودگی سے پھیلنے والے جراثیم سے بچایا جائے اور غیبت، جھوٹ، چغلی، بدکلامی جیسی خطرناک اخلاقی بیماریوں سے پاک رکھا جائے کیونکہ انکے غیر معمولی اثرات بچوں کے اندر ہمیشہ کے لئے کنڈلی مار کر بیٹھ جاتے ہیں گھروں کا صوتی آلودگی سے پاک ہونے سے مراد گھر کو شور شرابہ سے محفوظ رکھا جائے خواہ وہ گھر کے کسی الیکٹرانک کا شور ہو یا افراد خانہ کا آپسی بات چیت اور لڑائی جھگڑے کا شور ہو۔ یہ شور بچے کے تخیل میں ایک شدید قسم کا دخل ہوتا ہے اور تحقیق شدہ بات ہے کہ اضافی شور ذہن کو تھکا دیتے ہیں اسی طرح بصری آلودگی سے بھی ایک طالب قرآن کو بچانا چاہیے، اسکرین سے بچے کو جتنا ممکن ہو بچائیں کیونکہ ٹی وی، میڈیا ایمان واخلاق کے علاوہ ذہن کے ان ترقی پذیر حصوں کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں جہاں پر انسان کچھ سیکھ رہا ہوتا ہے یا کسی چیز پر اپنا ارتکاز کر رہا ہوتا ہے ٹی وی میڈیا

کا اضافی اور بے جا استعمال سیدھے ذہن پر حملہ کرتا ہے جس سے قوت حافظہ ومطالعہ پر گہرا اثر پڑتا ہے اور بچے کی قوت ارتکاز انتشار میں تبدیل ہوتے ہوتے ناکارہ ہوجاتی ہے۔

ساتھ ہی سمعی آلودگی سے بھی بچے کے دل ودماغ کو بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے اور ہمارے پاس سمعی آلودگی کی سب سے واضح مثال ہے اہل خانہ کا غیبت وچغلی جیسے رذیل افعال میں شریک ہونا۔

غرضیکہ قرآن سیکھنے والے بچے کو ہر طرح کے ڈسٹریکشنز سے محفوظ رکھنا چاہیے۔اس کے نقصانات کو ایک دوسرے زاوئے سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک بچہ قرآن کریم سیکھنے پر مامور کیا جاتا ہے اور یہی بچہ جب اپنے گھر میں اپنے والدین اور بھائی بہنوں کو میوزک اور فلم بینی میں غرق پاتا ہے تو بچے کا ذہن ایک قسم کے تضاد کا شکار ہوجاتا ہے کہ یہ کیسی کتاب ہے اور کیسی ذمہ داری ہے جو صرف مجھ پر عائد ہے، کیونکہ ہمارے یہاں بچے کو بتلایا جاتا ہے" کہ اس خاندان کی دینی حمیت وغیرت ،اور اجر وثواب کا سارا بار اَب تمہارے کندھوں پر ہے۔میرے بچے!!! لہٰذا تمہارے قدم لڑکھڑانے نہ پائیں،اب پورے خاندان کی جانب سے تم ہی قرآن پڑھو اور سب کی بخشش اللہ سے کرواؤ،تقویٰ شعار بنو اور سب کے فرائض ونوافل بھی تم ہی ادا کرو اور گناہوں سے باز رہو"

اندازہ لگایئے اس بچے کی ذہنی حالت کا بچہ یہاں گھر والوں کے رویے سے جس قسم کے تضاد کا شکار ہوتا ہے وہاں بچہ صرف سوچتا نہیں اندر سے روتا ہے وبے چین ہو اٹھتا ہے پھر وہ کتاب اور اسکے سیکھنے سکھانے کے عمل سے ہی متنفر ہو جاتا ہے لہٰذا صرف بچے کو نیک وپارسا بننے کی تاکید نہ کریں ، بلکہ کرنے سے پہلے بچے کے سامنے عملی نمونہ بن کر دکھائیں۔

گھروں سے قرآن کی صدا گونجتی ہو گھر کا ہر فرد قرآن کریم سے جڑا ہوا ہو۔قرآن سیکھنے کے لیے جس بچے کا انتخاب کیا گیا ہے اسکے علاوہ بھی اسکے دیگر بھائی بہن کو بھی قرآن سیکھنے پر اتنا ہی زور دیا جائے جتنا اس بچے پر دیا جاتا ہے تاکہ بچے کے ذہن میں یہ بات راسخ ہوسکے کہ یقیناً یہ کتاب کوئی عظیم کتاب ہے جسے سب نے اپنے لیے لازمی کیا ہوا ہے۔

(۲)نظر بنائے رکھیں :

قرآن سیکھنے والے بچے کے ساتھ پوری مستعدی دکھائی جائے ، بچے کے اسباق اور انکی دہرائی پر پوری طرح نگاہ بنائی جائے۔

اگر کئی دنوں تک بچہ اپنے سبق میں آگے نہ بڑھ سکے تو استاد سے جاکر معاملہ کا پتہ کریں ممکن ہے کہ کچھ مشکلات

بچے کے اسباق میں آڑے آ رہی ہوں یا پھر بچّہ ہی اپنی تساہلی کے باعث یومیہ سبق کو سنانے سے جی چراتا ہو۔

اسکا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ آپ کو وقت پر اس مسئلہ کا پتہ چل جائیگا اور آپ اس کا مناسب حل بھی نکال سکتے ہیں ورنہ عموماً تو یہی ہوتا ہے کہ دو دو سال ہو جاتے ہیں اور بچوں کا نورانی قاعدہ مکمل نہیں ہو پاتا، استاد سے مسلسل رابطہ بنائے رکھیں اور ساتھ ہی اپنی نگاہیں بچے کی کارکردگی پر بنائے رکھیں تاکہ واقعتاً پتہ چل سکے کہ بچے کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے یا یہ سب محض کاہلی اور بے دلی کا کارنامہ ہے۔

ہمیشہ کوشش یہی ہو کہ بچے کی تعلیم کے لیے نت نئے تکنیک تلاش کی جائے، بچے کی ذہنی استعداد اور اسکی صلاحیتوں کے اعتبار سے اسکے اسباق کی تقسیم کی جائے اور جس طریقے سے بھی اسے قرآن پڑھنا، سمجھنا اور یاد کرنا آسان لگتا ہو ہر اس طریقے سے بچے کی مدد کی جائے ایک ہی طریقہ سب پر لاگو نہ کیا جائے۔

(۷)مسجد سے تعلق بڑھائیں:

بہت سے بچے قرآن کریم پڑھنا تو چاہتے ہیں لیکن ان کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مسجد کے ماحول سے گھبراتے ہیں، مسجد جا کر قاری صاحب سے نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ گھر میں پڑھنا چاہتے ہیں اس صورتحال میں والدین کا فرض بنتا ہے کہ بچوں کی مسجد سے دوری کی وجہ جو بھی ہو وہ اپنے طور پر بچوں کو مساجد کی فضیلت سے آگاہ کریں، انہیں حدیث سے سمجھائیں کہ باوضو ہو کر مسجد کی طرف جانے والوں کے ہر قدم پر ایک گناہ مٹادئے جاتے ہیں اور ایک نیکی ملتی ہے۔(صحیح مسلم:۔جلد اول:حدیث نمبر:١٥١٦)

مسجد جانے کا شوق اسکے دل میں پیدا کرنا چاہیے اللہ کے گھر میں جا کر قرآن سیکھنے سکھانے والوں پر اللہ کی جانب سے مقرب فرشتوں کے ذریعے رحمتوں کے نزول والی بشارت سنا کر بچے کو مسجد جا کر اسمیں تلاوت اور عبادت کرنے پر حاصل ہونے والے ثواب کے حصول پر ابھارنا چاہیے تاکہ بچے کے دل میں مسجد جانے کا شغف پیدا ہو اور اللہ کے گھر سے اسکا تعلق استوار ہو۔

اسی طرح قرآن کو حسن صوت اور تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھنے پر ملنے والی سعادت کا حریص بنانا چاہیے، جس عرصے میں بچّہ قرآن کریم سیکھ رہا ہو اس دوران بچے کی غیر ضروری مصروفیات ترک کروادیں پورا انہماک قرآن سیکھنے کی جانب ہو اور اسکے لئے ایسا ماحول بھی بنایا جائے۔جس کا سب سے مؤثر طریقہ ہے کہ گھر میں کثرت تلاوت کا اہتمام کیا جائے، گھر کا ماحول قرآن کے ذریعے روحانی اور نورانی بنایا جائے بچے کو صرف فضیلتیں نہ گنائی جائیں بلکہ ان ہر خود عمل کر کے دکھایا جائے۔

(۸) اعادہ کی پابندی:

بچّہ فطرتاً اور طبیعتاً بے حد متجسس ہوتا ہے اسے ہر نئی چیز سیکھنے کا بے حد شوق ہوتا ہے اور وہ مسلسل، بلا رکے سیکھتا رہتا ہے، بڑوں کے مقابلے میں بے حد تیزی سے بہت کچھ سیکھ لیتا ہے اور اپنے اندر اتارتا ہوا چلا جاتا ہے۔

تو یہاں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ جب اتنا سارا مواد بچّے کے دل و دماغ میں موجود ہو اور ان میں سے وہ کچھ کا استعمال کرتا ہو اور کسی کا نہ کرتا ہو، تو ظاہر ہے جس چیز کا استعمال بچہ نہیں کریگا وہ مواد اس کے ذہن سے ضرور خارج ہو جائیگا، لہٰذا اگر قرآنی اسباق کا اعادہ کروانے پر پابندی نہیں کی گئی تو نئی چیزیں سیکھنے کا شوقین بچّہ جوں جوں نئی باتیں سیکھے گا پچھلا علم اسکے ذہن سے محو ہوتا جائیگا اور یہ "علم قرآن" ہو تو زیادہ فکرمندی کی بات ہے اس کی تائید خود نبی کریم ﷺ سے بھی ملتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"تَعَاهَدُوا القُرْآنَ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنَ الإِبِلِ فِي عُقُلِهَا" "قرآن کی خبر گیری کرو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اونٹ اپنی رسی سے باندھا گیا ہے اگر اس کی خبر گیری رکھتا ہے تو وہ بندھا رہتا ہے اگر اس کو چھوڑ دیتا ہے تو جاتا رہتا ہے"۔ (بخاری:۔۵۰۳۳، مسلم:۔۷۹۱)

اونٹ میں یہ صفت ہے کہ جب یہ چلتا ہے تو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتا بنسبت دوسرے جانوروں کے جب وہ چلتے ہیں تو پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں۔

اسی طرح اگر بچہ مسلسل قرآن کی تلاوت کرتا رہے تو قرآن اس کے سینہ میں محفوظ رہیگا ورنہ اونٹ کی طرح چلا جائے گا اور اسکے سینے سے محو ہو جائے گا۔

لہٰذا یہ سرپرستوں پر ایک بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے اعادہ کا نظم وضبط پابندی کے ساتھ قائم رکھیں۔

قرآن مجید کی پابندی سے تلاوت نہ کی جائے اور قرآن مجید کو چھوڑ دیا جائے تو انسان اسے بھول جاتا ہے، اگرچہ ہر کسی کے چھوڑنے کی نوعیت میں فرق ہوتا ہے، جیسے کہ ابن قیم رحمہ اللہ "الفوائد" (صفحہ:۸۲) میں کہتے ہیں: "قرآن مجید انسان اسی وقت بھولتا ہے جب قرآن مجید سے روگردانی کرتے ہوئے کسی اور چیز میں مشغول ہو جائے، یقیناً یہ ایک بڑی مصیبت ہے، اور اس کی وجہ سے مزید مصیبتیں کھڑی ہو سکتی ہیں، اور اجر وثواب سے محرومی بھی یقینی ہے"

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں افسوس کا مقام ہے کہ بعض طلبہ قرآن مجید یاد نہیں کرتے ہیں، بلکہ کچھ تو قرآن صحیح سے پڑھ بھی نہیں پاتے ہیں، واقعی یہ بہت بڑا خلل ہے دینی علوم سیکھنے کے منہج میں، اسی لیے میں سختی کے ساتھ

کہتا ہوں کہ طلبہ پر قرآن کا حفظ کرنا، اس پر عمل کرنا، اس کی دعوت دینا اور اس کو منہج سلف صالحین کے مطابق سمجھنا واجب اور ضروری ہے۔ (کتاب العلم:۔ ۳۵/۱)

(۹) بچے اور مربیان کے مابین تعلق :

بچے کا اپنے والدین اور اساتذہ سے باہمی تعلق مضبوط ہو اور خوشگوار ہو۔

بچہ اپنے بڑوں پر آنکھ بند کر کے یہ یقین رکھنے والا ہو کہ اسکی راہ میں مشکلیں اور حالات جتنے بھی نامساعد ہوں اسکے والدین ہر قدم اسکے ساتھ کھڑے ہیں اسی طرح اساتذہ سے بھی وہ یہی امید رکھتا ہو کہ اسکی زندگی میں والدین کے بعد اگر کوئی خیر اندیش، رہنما اور مشفق و مہربان ہے تو وہ اسکا استاد ہے بچہ قرآن کریم کو سیکھتے ہوئے کسی قسم کے سوال یا افہام و تفہیم میں تردد محسوس نہ کرے۔

خشیت استاد یا خشیت والدین اگر حفظ قرآن کا وسیلہ بن رہے ہوں تو یہ بڑی خطرناک بات ہے کیونکہ بچے کے دل میں خشیت صرف اس کتاب کے بنانے والے کی ہونی چاہیے نہ کہ پڑھانے والوں کی، انسانوں کا ادب واحترام اپنی جگہ مسلم لیکن بیجا خوف اور پریشر یہ نفسیات پر بری طرح حاوی ہوجاتی ہیں اور انسان اور اسکی صلاحیتیں عمر بھر کے لیے ناکارہ ہوجاتی ہیں اسلئے ان سے گریز لازمی ہے۔

اور یہ بھی بات سمجھ لینی چاہیے کہ غیر اللہ کا خوف ایمان کا سب سے بڑا دشمن ہے جسے خود نبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا کر سمجھایا: ''اے لڑکے یہ بات اچھی طرح جان لو!!!اگر ساری امت جمع ہوکر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے کے سوا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اگر ساری امت اکٹھی ہوکر تیرا کوئی نقصان کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے نوشتہ تقدیر کے سوا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتی''

تشدد اور خوف کے طریقہ کار سے بچہ جو کچھ بھی سیکھے گا وہ علم نتیجہ خیز اور دیرپا نہیں ہوگا۔آج مار پیٹ کے خوف سے وہ قرآن سیکھ تو لے گا لیکن اسکا کوئی قلبی تعلق اس مقدس کتاب سے نہ بن پائے گا اور یہ قرآن کریم کو سیکھنے، سکھلانے کی بہت ہی بے ڈھنگی شکل ہوگی جسکے مثبت اثرات کبھی بچے کی زندگی پر نظر نہیں آسکتے جونہی بچہ آپ کی دسترس سے آزاد ہوگا، سب سے پہلے اس کتاب سے خود کو دور کر دیگا جسکی وجہ سے وہ اپنے بچپن میں چھڑیاں کھایا کرتا تھا اور ہمہ وقت خوف میں مبتلا رہتا تھا۔

مشاہدہ کو ایسی بہت سی مثالیں ہمارے آس پاس بکھری پڑی ہیں، جہاں لوگ حافظ قرآن یا عالم دین تو کثیر تعداد میں ہوتے ہیں لیکن انکی عملی دنیا میں کتاب وسنت ایک ہلکی سی جھلک بھی دکھائی نہیں پڑتی۔اساتذہ اور والدین بچوں کا

اعتماد جیتنے کی کوشش کریں بلاشبہ یہ بڑی طویل اورصبر آزما مدّت ہوتی ہے۔

خود پر کنٹرول کرنا سیکھیں بچے کواپنا دوست بنانے کی کوشش کریں۔ٹائم ،لمٹ اور رفتار پر قابو رکھیں عجلت پسندی اور جلد بازی سے پرہیز کریں بچہ جتنا کچھ سیکھ رہا ہواس پراسکی حوصلہ افزائی کریں انعامات بھی دیتے رہیں،ساتھ ہی اگر اسے کچھ مشکلات آتی ہوں تو بھی ایسا ماحول بنا کر رکھیں کہ بچہ بے جھجھک آپ سے اپنے سبق کی مشکلات بتا سکے اور آپ اسکی پریشانیوں کا حل نکال سکیں۔

حفظان صحت:

(۱۰)متوازن غذا

قرآن سیکھنے والے بچے کے لئے اس کی صحت کا غیر معمولی طور پر عمدہ ہونا بہت ضروری ہے،ہم اگر بچے کے غذائی دائرہ کودرست کرلیں توان شاءاللہ ہمارے بچے کی تعلیم اوراسکے اخلاق درست ہوجائیں گے۔

ایک دور ہوا کرتا تھاجب ایک عام طالب علم کے ساتھ شرعی علوم سیکھنے والا طالب علم بھی علمِ بدن اورعلمِ غذاء جیسے علوم پر دسترس رکھتا تھا۔

وقت بدلا نصاب بدلا۔۔۔اب فقط یہ سارا کام مغرب نے اپنے ذمّہ لے رکھا ہے خلاصۂ کلام یہ ہیکہ۔۔۔۔سلف نے اس پر بہت روشنی ڈالی ہے کہ حلال اورصاف ستھری غذا کا کیا معیار ہونا چاہیے کیونکہ اطباء اور مصلحین نے ماضی بعید میں روح کے بگاڑ کوجسم کے بگاڑ سے جوڑ کر دیکھا ہے پہلے انسان کواسکی خوراک کومتوازن کرنے پر ابھارا ہے پھر انکی روحانی کمزوریوں پر کام کیا ہے۔

بچے کی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ اگر بچہ اچھی صحت کا مالک ہے تولازماًوہ مستقبل میں ایک اچھی کارکردگی کا مالک بن سکتا ہے۔

جس کی خاطر اسے اچھی متوازن خوراک دی جانی چاہیے۔

موسمی پھل،دودھ،سبزیاں،گوشت،انڈے،سوکھے میوے لازماً اس کی غذا میں شامل کرنے چاہیے بہت زیادہ کھٹّی،میٹھی اورٹھنڈے ماکولات اورمشروبات سے پرہیز کروانا چاہیے کیونکہ ایسی غذائیں جسم میں کاہلی کا باعث بنتی ہیں اورمزاج میں تندہی لاتی ہیں اورگلا خراب کرنے کی وجہ بھی بنتی ہیں۔

ایسی غذاوں کا انتخاب کیا جائے جوذہانت،اورحافظہ کوقوی بنانے والی ہوں،پھلوں اورسبزیوں کے تازہ جوس کا استعمال کرنا چاہیے پیک شدہ پھلوں کے رس صحت کے لئے مضر ثابت ہوسکتے ہیں بچے کے ناشتہ کے لئے مقوی چیزوں

کو بازاری اشیاء کا متبادل بنانا چاہیے۔

(۱۱) ورزش:

بچّے کو یومیہ کسی ورزش کا عادی بنانا ایک بہت اچھا عمل ثابت ہوسکتا ہے اس سے بچے کے اعصاب، حافظہ اور اسکی طبیعت کی سرشاری کے اسباب پیدا ہوں گے۔

اس کے علاوہ اسکے پٹھّے اگر مضبوط ہوں گے تو اسکا سیدھا اثر اسکی قوت بصارت اور قوت سماعت پر ہوگا وہ عام لوگوں کی بہ نسبت بہت تیز ہوگی لہٰذا ایک طالب علم کے لئے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔اس لیے بھی یومیہ چہل قدمی یا جسمانی سرگرمی بچے کے لیے بھی لازمی ہے۔اس سے بچے کا نظام تنفس بھی بہتر ہوگا۔

بچے کو .stretch break بھی دینی چاہیے دراصل دوران تدریس ایک میانہ درجہ کے طالب علم کی ذہنی یکسوئی ۴۵ منٹ سے لے کر ۶۰ منٹ تک ہوسکتی ہے اس کے بعد بچے کی یکسوئی ختم ہونے لگتی ہے یا کمزور پڑنے لگتی ہے۔

اسٹریچ بریک سے مراد یہ کہ بچے کے پینتالیس سے پچاس منٹ کی مسلسل پڑھائی کے بعد اسے ایک منٹ کا وقفہ دیں اسے دس قدم کی چہل قدمی کروائیں اور دوبارہ اسکی جگہ پر واپس بلالیں اس ایک منٹ کی قربانی دے کر بچے کو پھر سے فریش کیا جاسکتا ہے۔

(۱۲) کھیل کود:

اسکے کھیل کے اوقات بھی لازمی طور پر مقرر کیے جائیں کیونکہ کھیل نہ صرف صحت کا معاون بلکہ یہ بچے کی نفسیات اور مضبوط اعصاب کا بھی معاون ہے بچے کے ذہنی تناؤ اور بے دلی جیسی کیفیات کو دور کرنے کا ایک آسان اور صحتمند ذریعہ ہے بلکہ بچے کو اسکے امتحانات کے دوران بھی کھیلنے کے لیے بھیجنا چاہیے۔

محترم والدین اور اساتذہ!!!

مانا کہ ڈگر دور، راہ طویل اور قدم قدم مایوسیاں مشکلات استقبال کو کھڑی ہیں لیکن سوچیں تو!!!

جنت یونہی تو حاصل نہیں ہوگی، آپکے سر پر تاج یونہی تو نہیں رکھا جائیگا، یوم جزاء کے روز آپ کی سفارش یونہی تو اللہ رب العزت کے سامنے نہیں کی جائیگی، یونہی تو نہیں اللہ کے رسول نے آپکو یہ اعزاز دے دیا کہ: **"خیر کم من تعلم القرآن و علمه"**

تو آیئے محترم والدین و اساتذہ!!! ایک بڑے عزم و ارادہ کے ساتھ خالص نیتوں کے ساتھ اس عظیم مشن کے فعّال کارکن بن جائیں تا کہ یہ سرزمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام سے گونج اٹھے۔

کیا لڑکے سے پہلے لڑکی کی پیدائش، عورت کے بابرکت ہونے کی دلیل ہے؟

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

الحمدللہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ، امابعد:

محترم قارئین! ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إِنَّ مِنْ يُمْنِ الْمَرْأَةِ تَيْسِيرَ خِطْبَتِهَا، وَتَيْسِيرَ صَدَاقِهَا، وَتَيْسِيرَ رَحِمِهَا '' ''بلاشبہ عورت کے بابرکت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کی منگنی آسان ہو، اس کا مہر آسان ہو اور اس کا رحم آسان ہو'' (مسند احمد بتحقيق الارنووط ورفقائه:۔ ٢٨/٤١، ح:٢٤٤٧٨،و إرواء الغليل :۔٦/٣٥٠،وحسنه الالباني والارنووط رحمهما الله)

مذکورہ حدیث کے راوی عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''يَعْنِي يَتَيَسَّرُ رَحِمُهَا لِلْوِلَادَةِ'' ''یعنی ولادت کے لئے اس کا رحم آسان ہو'' (مستدرك حاكم بتحقيق مصطفى عبد القادر:۔ ١٩٧/٢)

اس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اس کی ڈلیوری آسانی سے ہوجائے۔ بہت زیادہ تکلیف سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

لیکن ایک دوسری حدیث میں عورت کے بابرکت ہونے کی ایک اور دلیل ملتی ہے، وہ یہ ہے کہ عورت لڑکے سے پہلے لڑکی کو جنم دے۔

تو اس تعلق سے آپ جان لیں کہ یہ حدیث ''موضوع'' ہے۔

مفصل تحقیق پیش خدمت ہے:

یہ روایت تین (۳) صحابہ اور ایک (۱) صحابیہ سے مروی ہے:

۱) واثلہ بن الاسقع اللیثی رضی اللہ عنہ

۲) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳) عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

☆**واثلة بن الاسقع الليثى رضى الله عنه كى روايت :**

☆ امام ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۷ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا حَكِيمُ بْنُ خِذَامٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ بَرَكَةِ الْمَرْأَةِ تَبْكِيرُهَا بِالْأُنْثٰى، اَمَا سَمِعْتَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ: ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ﴾(الشورى: ۴۹) فَبَدَاَ بِالْإِنَاثِ قَبْلَ الذُّكُورِ".

(**ترجمہ**) واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"عورت کے بابرکت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عورت پہلے لڑکی جنے، کیا آپ نے اللہ کو کہتے ہوئے نہیں سنا: (اللہ جسے چاہے لڑکی دے اور جسے چاہے لڑکا دے)

اللہ نے لڑکے سے پہلے لڑکی سے شروعات کی ہے"۔

(**تخریج**) مكارم الاخلاق ومعاليها ومحمود طرائقها بتحقيق ايمن عبد الجابر:۔ص:۲۱۳، ح:٦٤٦،و اللفظ له وتاريخ دمشق لابن عساكر بتحقيق عمرو بن غرامة العمروى:۔٢٢٥/٤٧، ت:٥٤٧٣،وتاريخ بغداد للخطيب البغدادى بتحقيق بشار عواد :۔٦٠٠/١٦، ت:٧٧٠٦،والموضوعات لابن الجوزى بتحقيق عبد الرحمن:۔٢٧٦/٢،وغيرهم۔

(**حکمِ حدیث**) "هذا حديث موضوع" "یہ حدیث موضوع ہے"

☆ علامہ البانی رحمہ اللہ:"موضوع". (الضعيفة:۔٢٣/١٠، ح:٤٥١٩)

(**سبب**) مذکورہ سند میں تین (۳) علتیں ہیں:

۱) **العلاء بن کثیر اللیثی الشامی:** یہ متروک منکر الحدیث راوی ہے۔ثقہ رواۃ سے موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ امام ابوزکریا یحیٰی بن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ)"ليس حديثه بشئ" "اس کی حدیث کچھ نہیں ہے" (الكامل فى ضعفاء الرجال بتحقيق عادل احمد ورفقاء ه:۔٣٧٥/٦، ت:١٣٧٣،و اسناده حسن)

☆امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱ھ)"لا يسوى حديثه شيئا" "اس کی حدیث کچھ نہیں

ہے“(سوالات ابن ھانی ،ت:۔٢١٥٦، بحوالة موسوعة اقوال الامام احمد بن حنبل:۔١٣٣/٣، ت:٢٠٧٣)

☆امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ(المتوفی:۲۵۶ھ)”**مُنكَرُ الحديثِ**“ (التاريخ الكبير بحواشي محمود خليل:۔٥٢٠/٦، ت:٣١٨٢)

☆ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی ،المعروف بابن حبان رحمہ اللہ(المتوفی:۳۵۴ھ)”**وَكَانَ مِمَّن يروى الموضوعات عَن الْاَثْبَات، لَا يحل الِاحْتِجَاج بِمَا روى وَإِن وَافق فِيهَا الثِّقَات وَمن اَصْحَابنَا من زعم اَنه الْعَلَاء بن الْحَارِث وَلَيْسَ كَذَالِك لِاَن الْعَلَاء بن الْحَارِث حضرمى من الْيمن وَهٰذَا من موَالِي بنى اُميَّة وَذَاكَ صَدُوق وَهٰذَا لَيْسَ بِشَيْء فِي الحَدِيث**“ ”یہ ثقات سے موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا،اس کی مرویات سے احتجاج کرنا جائز نہیں ہے گرچہ ثقات ان احادیث میں اس کی موافقت کریں اور ہمارے اصحاب میں سے بعض نے یہ گمان کیا کہ یہ العلاء بن الحارث ہے جبکہ معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ العلاء بن الحارث الحضرمی ،یمن سے ہے اور یہ بنوامیہ کے غلام میں سے ہے اور یہ صدوق ہیں جبکہ العلاء بن کثیر، یہ حدیث میں کچھ نہیں ہے“(المجروحين بتحقيق محمود إبراهيم:۔١٨١/٢، ت:٨١٤)

☆ امام ابواحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ(المتوفی:۳۶۵ھ)”**وللعلاء بْن كَثِيرٍ عَن مَكْحُول عَن الصحابة عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسلَّمَ نسخ كلها غير محفوظة، وَهو منكر الحديث**“ ”العلاء بن کثیر،عن مکحول،عن الصحابہ،عن النبی ﷺ کے طریق سے ایک نسخہ ہے، وہ پورا نسخہ غیر محفوظ ہے اور یہ منکر الحدیث ہے۔(الكامل فى ضعفاء الرجال بتحقيق عادل احمد ورفقاء ه:۔٣٧٧/٦، ت:١٣٧٣)

☆ امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ(المتوفی:۲۶۴ھ)”**ضعيف الحديث واهی الحديث،(يحدث عن مكحول عن واثلة بمناكير**“ ”ضعیف الحدیث، واہی الحدیث ہے۔اس نے مکحول عن واثلہ کے طریق سے منکر روایتیں بیان کی ہے“ (الجرح والتعديل لابن ابى حاتم بتحقيق المعلمى:۔٣٦٠/٦، ت:١٩٨٧،وسوالات البرذعى بتحقيق الدكتور سعدى:٨٢١/٣، ت:١٧٤،والزيادة له)

زیر بحث سند اسی طریق سے ہے۔

☆ امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ(المتوفی:۲۷۷ھ)”**هو ضعيف الحديث، منكر الحديث ،لا يعرف بالشام هو مثل عبد القدوس بن حبيب وعمر بن موسى الوجيهى فى الضعف**“ ”یہ ضعیف الحدیث منکر الحدیث ہے،شام میں نہیں پہچانا جاتا ہے، یہ ضعف میں عبد القدوس بن حبیب اور عمر بن موسیٰ کے

مثل ہے"(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۔۳۶۰/۶، ت:۱۹۸۷)

☆ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ(المتوفی:۷۴۸ھ)

۱) "**تالف**"(میزان الاعتدال بتحقیق البجاوی:۔۱۰۹/۲، ت:۳۰۴۳)

۲) "**ھالک**" (میزان الاعتدال بتحقیق البجاوی:۔۵۲۳/۲، ت:۴۷۴۴)

☆ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ(المتوفی:۸۵۲ھ)"**متروک، رماہ بن حبان بالوضع**" "یہ متروک ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے متہم بالوضع قرار دیا ہے"(تقریب التھذیب بتحقیق محمد عوامة :۔ص:۴۳۶، ت:۵۲۵۴)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں:(تھذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار عواد:۔۵۳۵/۲۲، ت:۴۵۸۴)

۲) حکیم بن خذام الازدی البصری: یہ بھی متروک الحدیث راوی ہے۔اس نے باطل حدیثیں بھی بیان کی ہیں۔ ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ(المتوفی:۲۵۶ھ)"**مُنكَرُ الحديثِ**"(التاریخ الکبیر بحواشی محمود خلیل:۔۱۸/۳، ت:۷۴)

☆ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ(المتوفی:۲۷۵ھ)"**لا یکتب حَدِیْثہ**" "اس کی حدیث نہیں لکھی جائیگی"(سوالات ابی عبید الآجری ابا داؤد بتحقیق محمد بن علی الازھری:۔ ص:۲۰۷، ت:۱۳۱۵)

☆امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ(المتوفی:۲۷۷ھ)"**ھو متروک الحدیث**" "یہ متروک الحدیث ہے"(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۔۲۰۳/۳، ت:۸۸۲)

☆ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ(المتوفی:۳۰۳ھ)"**ضَعِیف**"(الضعفاء والمتروکون بتحقیق محمود :۔ص:۳۰، ت:۱۲۸)

☆ امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی رحمہ اللہ(المتوفی:۳۰۷ھ)"**یحدث باحادیث بواطیل**" "اس نے باطل حدیثیں بیان کی ہیں"(لسان المیزان لابن حجر بتحقیق ابی غدة:۔۲۶۰/۳، ت:۲۷۱۴)

☆ امام ابواحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ(المتوفی:۳۶۵ھ)"**وَھو ممن یکتب حدیثه**" "اس کی حدیث لکھی جائے گی"(الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل احمد ورفقاء ہ:۔۵۱۵/۲، ت:۴۰۴)

☆ امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ، المعروف بابن عبدالبر رحمہ اللہ(المتوفی:۴۶۳ھ)"**ھو عندھم ضعیف**" "یہ

محدثین کے نزدیک ضعیف ہے" (الاستغناء بتحقيق عبد الله مرحول:۔٢/٩٣٩، ت:١١٣٣)

☆ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۳ھ) "وَفِي بَعْضِ حَدِيثِهِ نَكِرَةٌ" "اس کی بعض حدیث میں نکارت ہے" (تلخيص المتشابه فی الرسم بتحقيق سُكينة الشهابی:۔٢/٧١٠)

☆ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) "متروک" (ميزان الاعتدال بتحقيق البجاوی :۔٢/١٠٩، ت:٣٠٤٣)

۳) سلم بن ابراہیم الوراق: یہ کذاب اور ضعیف راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ) "کذاب" (تاريخ بغداد للخطيب بتحقيق بشار : ۔١٠/٢٠٨،ت:٤٧٠٩،واسناده صحيح)

☆ امام محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) "واہ" "سخت ضعیف ہے" (المستدرك على الصحيحين للحاكم بتحقيق مصطفى عبد القادر:۔٣/٤٧٠، ح:٥٧٥٧،ومختصرُ استدرَاك الحافِظ الذّهبی على مُستدرَك ابی عبد اللهِ الحَاكم بتحقيق عَبد اللّه بن حمد:۔٥/٢١٣٦، ح:٧٤٠)

☆ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) "ضعیف" (تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامة :۔ ص:٢٤٥، ت:٢٤٦٢)

☆ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر:۱) حکیم بن خذام کے شاگرد کے نام میں اختلاف ہے:

۱) مکارم الاخلاق للخرائطی (بتحقیق ایمن) کی سند میں: "مسلم بن ابراہیم العبدی" لکھا ہوا ہے۔

۲) امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ: "سالم بن ابراہیم بن ابی بکر" ہے۔ (ميزان الاعتدال بتحقيق البجاوی :۔٢/١٠٩، ت:٣٠٤٣)

۳) الموضوعات (بتحقیق عبدالرحمٰن) کی سند میں: "سالم بن ابراہیم الوراق" ہے۔

۴) تاریخ بغداد (بتحقیق مصطفیٰ عبدالقادر) کی سند میں: "سلم بن ابراہیم" لکھا ہوا ہے۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ:

۱) مسلم بن ابراہیم العبدی۔۔۔ یہ کون ہیں؟ مجھے نہیں معلوم ہوسکا۔

۱) اگر یہ سالم بن ابراہیم بن ابی بکر ہے تو یہ بھی کذاب ہے جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(تلخیص کتاب الموضوعات بتحقیق ابو تمیم یاسر:۔ص:٢٣٥، ح:٦٠١)

اورامام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ) اس کی بابت فرماتے ہیں:

"لم یکن فی مذهبه بمحمود، ولیس بثبت" "یہ اپنے مذہب میں اچھا نہیں ہے اور ثبت راوی نہیں ہے" (سوالات السلمی للدارقطنی بتحقیق فریق من الباحثین:۔١٨٢، ت:١٥٧)

۳) الموضوعات کی سند میں غلطی ہے۔ محقق حفظہ اللہ نے اس کو درست نہیں کیا ہے۔ صحیح: "سلم بن ابراہیم الوراق" ہے۔

اس بات کی سب سے زبردست دلیل یہ ہے کہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ زیر بحث حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اما سلم فَقَالَ يَحْيَى: هُوَ كَذَّاب" "رہی بات سلم کی تو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کذاب ہے" (الموضوعات لابن الجوزی بتحقیق عبد الرحمٰن:۔٢/٢٧٦)

اس پر مزید یہ کہ شیخ نورالدین شکری حفظہ اللہ کی تحقیق سے چھپی الموضوعات میں: "سلم بن ابراہیم الوراق" ہی لکھا ہوا ہے۔

۴) اور اگر یہ سلم بن ابراہیم ہے تو اس کی بابت ائمہ کے اقوال گزر چکے ہیں۔

راقم کے نزدیک صحیح: "سلم بن ابراہیم الوراق" ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دلیل کے لئے دیکھیں: (تلخیص المتشابه فی الرسم بتحقیق سُکینة الشهابی:۔١/١٣٩، و تهذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار عواد:۔١١/٢١٢، ت:٢٤٢٤، وتاریخ بغداد للخطیب بتحقیق بشار:۔١٠/٢٠٨، ت: ٤٧٠٩ وغیرهم)

(**تنبیہ نمبر**:۲) العلاء بن کثیر اللیثی الشامی کے شاگرد کا نام:

۱) مکارم الاخلاق للخرائطی (بتحقیق ایمن)، الموضوعات لابن الجوزی (بتحقیق عبدالرحمٰن) اور تاریخ بغداد للخطیب (بتحقیق مصطفیٰ عبدالقادر) میں: "حکیم بن حزام" لکھا ہوا ہے۔

۲) تاریخ دمشق لابن عساکر (بتحقیق عمرو العمروی) میں: "حکیم بن خدام" لکھا ہوا ہے۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ صحیح: "حکیم بن خذام البصری" ہے جیسا کہ تاریخ بغداد بتحقیق بشار عواد اور مکارم الاخلاق للخرائطی بتحقیق الدکتور سعاد میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دلیل کے لئے دیکھیں:(تلخیص المتشابه فی الرسم بتحقیق سُکینة الشهابی:۔۷۰۹/۲،و الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل احمد ورفقاء ہ:۔۵۱۵/۲، ت:۴۰۴،و لسان المیزان للحافظ بتحقیق ابی غدہ:۔۲٦۰/۳، ت:۲۷۱٤،وغیرھم)

☆**علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ کی روایت :**

☆ امام ابواحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ(المتوفی:۳٦۵ھ)فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمد بن مُحَمد بن الاشعث، حَدَّثنی مُوسَی بُنُ إِسُمَاعِیلَ بُنِ مُوسَی بُنِ جَعُفَرِ بُنِ مُحَمد، حَدَّثنی اَبِی، عَنُ اَبِیهِ، عَن جَدِّهِ جَعُفَرٍ، عَنُ اَبِیهِ، عَن جَدِّهِ عَلِیِّ بُنِ الُحُسَیُنِ، عَنُ اَبِیهِ عَنُ عَلِیٍّ، قَال: قَال رَسُول اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسلَّمَ :''مِنُ یُمُنِ الُمَرُاَةِ اَنُ یَکُونَ بِکُرُهَا جَارِیَةً''

(ترجمہ) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''عورت کے بابرکت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ پہلے اسے لڑکی پیدا ہو''

(تخریج) الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل احمد ورفقاء ہ:۔۵٦٦/۷، ت:۱۷۹۱

(حکمِ حدیث) ''هٰذا حدیث موضوع ''''یہ حدیث موضوع ہے''

☆ علامہ البانی رحمہ اللہ:''موضوع''(الضعیفة:۔۱٤۲/۹، ح:٤۱۳٦)

(سبب) مذکورہ سند میں:''**اَبُو عَلِیٍّ مُحَمَّدُ بُنُ مُحَمَّدِ بُنِ الْاَشُعَثِ**'' ہے جو کہ ضعیف ہے، مذکورہ سند سے اس کا ایک نسخہ ہے جس میں تقریباً ایک ہزار(۱۰۰۰)حدیثیں ہیں۔اس نسخے کو اس نے گھڑا ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ امام ابواحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ(المتوفی:۳٦۵ھ)

۱) ''**وهذه النسخة کتبتها عنه وهی قریبة من الف حدیث وکتبت عامتها عنه وهذه الاحادیث وغیرها من المناکیر فِی هذه النسخة وفیها اخبار مما یوافق متونها متون اهل الصدق وکان متهما فِی هذه النسخة**''''یہ نسخہ جس کو میں نے اس سے لکھا ہے وہ تقریباً ایک ہزار حدیثوں پر مشتمل ہے اور میں نے اس سے اس نسخے کی اکثر وبیشتر حدیثیں لکھی ہیں اور یہ حدیثیں(جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں)اور اس کے علاوہ جو حدیثیں اس نسخے میں ہیں، وہ مناکیر میں سے ہیں اور اس نسخے میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جن کے متون اہل صدق کے متون کے موفق ہیں اور محمد بن محمد بن اشعث اس نسخے کی بابت متہم تھا''۔(الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل

احمد ورفقاء ہ:۔٥٦٧/٧،ت:١٧٩١)

۲) "فِيهَا مقاطيع وعامتها مسندة مناكير كلها او عامتها" "اس نسخے میں مقطوع روایتیں ہیں اور اس کی اکثر و بیشتر روایتیں مسند ہیں اور یہ تمام مسند روایتیں یا اکثر و بیشتر مسند روایتیں منکر ہیں" (المصدر السابق :۔ ٥٦٥/٧)

اورزیر بحث روایت بھی اسی نسخے کی ہے، امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے اسی نسخے سے لکھا ہے۔

☆ امام ابوالحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ)

۱) "**كان ضعيفا**" (لسان الميزان بتحقيق ابی غدة:۔٤٧٦/٧،ت:٧٣٥٧،وقد نقله من كتابه :غرائب مالك)

۲) "آية من آيات الله ذالک الكتاب هو وضعه اعنی العلويات" "یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، اسی نے اس کتاب کو گھڑا ہے، میری مراد العلویات ہے" (سوالات حمزة بن يوسف السهمی بتحقيق موفق عبد الله:۔ص:١٠١،ت:٥٢)

☆ عائشه بنت ابی بکر رضی الله عنها کی روایت:

☆ امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ اَبُو الشَّيْخ: حَدَّثَنَا الْحَسَن بْن مُحَمَّد بْن ابی هُرَيْرَة، حَدثنا عبد الله ابْن عَبْد الوهَّاب، حَدَّثَنا سُلَيْمَان بْن سَلَمَة، حَدَّثَنَا يُوسُف بْن عَطِيَّة، حَدثنَا اَبُو معمر عباد ابْن عَبْد الصَّمد، سَمِعْتُ عَائِشَةَ: سَمِعْتُ رَسُول الله يَقُولُ: "مِنْ بَرَكَةِ الْمَرْاَةِ عَلٰى زَوْجِهَا تَيْسِيرُ مَهْرِهَا وَاَنْ تُبَكِّرَ بِالْبَنَاتِ"

(**ترجمه**) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:"اس کے شوہر کے لئے عورت کے بابرکت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کا مہر آسان ہو اور پہلے اسے لڑکیاں پیدا ہو"

(**تخريج**) اللآلیء المصنوعة بتحقيق صلاح بن محمد:۔١٤٩/٢

(**حكمِ حديث**) "هذا حديث موضوع" "یہ حدیث موضوع ہے"

☆ علامہ البانی رحمہ اللہ:"فيه متهمان فلا يصلح للشهادة" "اس سند میں دو متہم راوی ہیں لہٰذا استشہاد کے قابل نہیں ہے" (الضعيفة:۔٢٤/١٠، ح:٤٥١٩)

(**سبب**) مذکورہ سند میں تین (۳) علتیں ہیں:

۱) عباد بن عبدالصمد التمیمی البصری: یہ سخت ضعیف منکر الحدیث راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ)"**مُنكَرُ الحديثِ**" (التاريخ الكبير بحواشي محمود خليل:۔٦/٤١، ت:١٦٣٠)

☆ امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ)"**ضعيف الحديث جدا منكر الحديث، لا اعرف له حديثا صحيحا**" "سخت ضعیف منکرالحدیث ہے۔ میں اس کی کوئی صحیح حدیث نہیں جانتا ہوں" (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق المعلمی:۔٦/٨٢، ت:٤٢١)

☆ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی ،المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ)"**مُنكر الحَدِيث جدا، يروى عَن انس مَا لَيْسَ من حَدِيثه وَمَا ارَاهُ سمع مِنْهُ شَيْئا فَلَا يجوز الِاحْتِجَاج بِهِ فِيمَا وَافق الثِّقَات فَكيف إِذا انْفَرد باوابد**" "سخت منکر الحدیث ہے،اس نے انس رضی اللہ عنہ سے وہ حدیثیں روایت کی ہیں جو ان کی حدیث میں سے نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس نے انس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا ہے۔اس کی ان روایتوں سے بھی احتجاج نہیں کیا جائیگا جن میں ثقات نے اس کی موافقت کی ہو تو اس کی عجیب وغریب منفرد روایتوں سے کیسے احتجاج کیا جائیگا؟" (المجروحين بتحقيق محمود إبراهيم:۔٢/١٧٠، ت:٧٩٤)

☆ امام ابواحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵ھ)"**يحدث عن اَنَس بالمناكير......وهو ضعيف منكر الحديث، ومع ذالک غال فی التشيع**" "انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منکر روایتیں بیان کی ہیں۔۔اور یہ ضعیف،منکر الحدیث اور غالی شیعہ ہے" (الكامل فی ضعفاء الرجال بتحقيق عادل احمد ورفقاه:۔٥/٥٥١، ت:١١٧١)

☆ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ)

۱) "**بصری واه**" "بصری سخت ضعیف ہے" (ميزان الاعتدال بتحقيق البجاوی:۔٢/٣٦٩، ت:٤١٢٨)

۲) "**وَهُوَ تَالِف**" (تلخيص كتاب الموضوعات بتحقيق ابو تميم ياسر :۔ص:١١١، ح:٢٤٣)

☆ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲)

۱) "**فإنه ضعيف بالاتفاق**" "بالاتفاق ضعیف راوی ہے" (نتائج الافكار فی تخريج احاديث الاذكار بتحقيق حمدی السلفی:۔٢/٣٣٥)

۲) "**متروک**" (المصدر السابق:۔٤/٣٥٧)

۳) "ضعيف جداً "(المصدر السابق:۔۱۵۱/٥)

۴) یوسف بن عطیہ الصفار البصری: یہ ضعیف متروک الحدیث راوی ہے، یہ سندوں کو الٹ پلٹ دیا کرتا تھا اور موضوع متن کو صحیح سندوں کے ساتھ جوڑ بیان کرتا تھا۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ) "**لَيْسَ بِشَىْءٍ**" (تاريخ ابن معين (رواية الدوري) بتحقيق احمد محمد:۔۲۰۹/٤، ت:٣٩٩٤)

☆ امام ابوالحسن علی بن عبداللہ المدینی البصری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۴ھ) "**كان ضعيفا**" (سوالات محمد بن عثمان بن ابي شيبة لعلي بن المديني:۔ ص:١٦٦، ت:٢٤٠)

☆ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ) "**مُنكَرُ الحديثِ**" (التاريخ الكبير بحواشي محمود خليل:۔٣٨٧/٨، ت:٣٤٢٤)

☆ امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۴ھ) "**ضعيف الحديث**" (الجرح والتعديل لابن ابي حاتم بتحقيق المعلمي:۔٢٢٧/٩، ت:٩٥٠)

☆ امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ) "**هو مُنكَرُ الحديثِ**" (الجرح والتعديل لابن ابي حاتم بتحقيق المعلمي:۔٢٢٧/٩، ت:٩٥٠)

☆ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ) "**مَتْرُوك الحَدِيث**" (الضعفاء والمتروكون بتحقيق محمود إبراهيم زايد:۔ص:١٠٦، ت:٦١٧)

☆ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ) "**كَانَ مِمَّن يقلب الْأَسَانِيد وَيلْزق الْمُتُون الْمَوْضُوعَة بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَة وَيحدث بهَا لَا يجوز الِاحْتِجَاج بِهِ بِحَال**"، "یہ سندوں کو الٹ پلٹ دیا کرتا تھا اور موضوع متن کو صحیح سندوں کے ساتھ جوڑ دیا کرتا تھا اور اس کو بیان کرتا تھا۔ اس سے کسی بھی حال میں احتجاج نہیں کیا جائیگا" (المجروحين بتحقيق محمود:۔١٣٤/٣، ت:١٢٣٤)

☆ امام ابواحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵ھ) "**وعامة حديثه مما لا يتَابَعُ عَليه**"، "اس کی اکثر و بیشتر احادیث کی متابعت نہیں کی جاتی ہے" (الكامل في ضعفاء الرجال بتحقيق عادل احمد ورفقاء ه:۔ ٤٨٢/٨، ت:٢٠٦٤)

☆ امام علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ) "**متروك**" (سوالات البرقاني بتحقيق

القشقری:۔ ص:۷۳، ت:٥٦٩)

☆ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) "**متروک**" (تقریب التہذیب بتحقیق محمد عوامة :۔ ص: ٦١١، ت:٧٨٧٣)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: (تہذیب الکمال للمزی بتحقیق بشار:۔ ٤٤٣/٣٢، ت:٧١٤٥)

۳) سلیمان بن سلمہ الخبائری ابو ایوب الحمصی: یہ متروک الحدیث ہے اور جھوٹ بولتا تھا۔ نیز وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ امام ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ) "**متروک الحدیث، لا یشتغل به**" (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۔ ١٢٢/٤، ت:٥٢٩)

☆ امام الحافظ علی بن الحسین بن الجنید الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۱ھ)

امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۷ھ) فرماتے ہیں:

"**فذکرت ذالک لابن الجنید فقال: صدق، کان یکذب، ولا احدث عنه بعد هذا**" "خبائری کے تعلق سے میرے والد ابوحاتم رحمہ اللہ نے جو فرمایا تھا، اس کا ذکر میں نے امام ابن الجنید رحمہ اللہ سے کیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے۔ یہ جھوٹ بولتا تھا، اس کے بعد میں نے اس سے حدیث بیان نہیں کی" (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی:۔ ١٢٢/٤، ت:٥٢٩)

☆ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ) "**لَيْسَ بِشَيْءٍ**" (الضعفاء والمتروکون بتحقیق محمود إبراهیم زاید، ص:٤٩، ت:٢٥٣)

☆ امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ)

۱) "**لَيْسَ بِشَيْءٍ**" "یہ کچھ نہیں ہے" (المجروحین بتحقیق محمود:۔ ٣٢٦/١، ت:٤٠٥)

۲) ان کی ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"**فَلَسْتُ اَدْرِي وَضَعَهُ سَعِيدُ بْنُ مُوسَى اَوْ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلَمَةَ لاَنَّ الْخَبَرَ فِي نَفْسِهِ مَوْضُوعٌ لَيْسَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا من حَدِيث بْنِ عُمَرَ وَلا مِنْ حَدِيثِ نَافِعٍ وَلا مِنْ حَدِيثِ مَالِك...... فَلَيْسَ يَخْلُو الْخَبَرُ مِنْ اَنْ يَكُونَ مِمَّا عَمِلَهُ اَحَدُهُمَا**" "میں نہیں جانتا کہ اس حدیث کو سعید بن موسیٰ نے گھڑا ہے یا سلیمان بن سلمہ نے کیونکہ یہ خبر فی نفسہ موضوع ہے، یہ نبی ﷺ کی حدیث میں سے نہیں

ہے،ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سے نہیں ہے، نافع رحمہ اللہ کی حدیث میں سے نہیں ہے اور نہ ہی امام مالک کی حدیث میں سے ہے۔لہٰذا یہ خبران دونوں میں سے کسی ایک کے عمل سے خالی نہیں ہے" (المجروحین بتحقیق محمود:۔ ۳۲۶/۱، ت:۴۰۵)

۳) "سُلَیْمَان کَانَ یروی الموضوعات عَن الْاَثْبَات" "سلیمان، اثبات راویوں سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا" (المجروحین بتحقیق محمود:۔۳۳/۳، ت:۱۰۷۷)

☆ امام محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) "وَهُوَ مُتَّهم" (تلخیص کتاب الموضوعات بتحقیق ابو تمیم :۔ص:۱۹۶، ح:۴٦۸)

☆ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) "متروک" (التلخیص الحبیر بتحقیق الدکتور محمد الثانی :۔۳۰۲۵/٦)

☆ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت :

☆ امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"وَاخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عمر رَضِي اللّٰه عَنْهُمَا اَن رَسُول اللّٰه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: "من بركَة الْمَرْاَة ابتكارها بِالْاُنْثَى لِاَن اللّٰه قَالَ: ﴿يهب لمن يَشَاء إِنَاثًا ويهب لمن يَشَاء الذُّكُور﴾"

(ترجمہ) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عورت کے بابرکت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عورت پہلے لڑکی جنے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: اللہ جسے چاہے لڑکی دے اور جسے چاہے لڑکا دے"

(تخریج) الدر المنثور بتحقیق عبد اللّٰہ الترکی:۱۷٦/۱۳

(حکم) اس روایت کی سند مجھے دستیاب نہیں ہوسکی۔ جب دستیاب ہوگی تو ان شاءالعزیز اس کی بھی تحقیق کی جائے گی۔

(خلاصة التحقيق) زیر بحث روایت موضوع ہے لہٰذا اسے بیان اور نشر نہ کیا جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



اسلامک انفارمیشن سینٹر اور اس کی سرگرمیاں

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge, Welcome to Understanding"

عوامی پروگرامز
- ہفتہ واری بیرونی پروگرامز
- ہفتہ واری اندرونی پروگرامز
- روزانہ درس اور خطبہ جمعہ
- ہفتہ واری فون کانفرنس
- سالانہ کوئز مقابلہ

سوشل میڈیا
- یوٹیوب
- فیس بک
- موبائل ایپ
- واٹس ایپ براڈ کاسٹ

ہیلپ لائن
- فون ہیلپ لائن
- واٹس ایپ ہیلپ لائن

انفرادی پروگرامز
- دعوہ ڈیسک
- تحریری فتوے

ویب سائٹ
- www.islamsmessage.com
- www.ahlussunnah.co.in

رفاہی کام
- رعایتی دواخانہ (برائے خواتین)
- رعایتی دانتوں کا دواخانہ (برائے خواتین)
- رعایتی ایمبولنس
- طبی کیمپس

شعبۂ مصباح خواتین
- قرآنی عربی
- تجوید
- حفظِ قرآن
- تفسیرِ قرآن
- ہفتہ واری فون کانفرنس

شعبۂ اطفال
- صفہ اسلامی اسکول (شام)
- حفظِ قرآن
- تعطیلاتِ گرمائی کلاسیس

طباعت
- کتابیں
- پمفلٹس
- اہل السنہ، اردو ماہنامہ

مندرجہ بالا ہماری دعوتی و رفاہی سرگرمیاں ہیں جنکا مقصد اسلام کی صاف وشفاف تعلیمات کو اللہ کے بندوں تک پہونچانا، اسلام کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا اور لوگوں کے دکھ درد میں انکی مدد کرنا ہے۔ بلا شبہ یہ تمام کام اللہ کی توفیق اور اہل خیر کے تعاون سے ممکن ہو پاتے ہیں۔ چنانچہ ہماری آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہماری دعوتی و رفاہی سرگرمیوں میں ہمارے شریک اجر بنیں اور اپنے صدقات، زکاۃ اور عطیات سے سینٹر کا تعاون کریں۔ اللہ رب العزت آپ کے تعاون کو آپ کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

For Bank Transfer

Bank Name	:	ICICI Bank (Savings)
Account Name	:	ILM Foundation
Account Number	:	102801002071
IFSC Code	:	ICIC0001028
MCR Code	:	400229097
Branch	:	Andheri Link Road, Mumbai

For Transfer Through PayTm



PayTm Number 8291063765

For Contact Or WhatsApp

+91 9773112909
+91 8291063785
+91 8291063755

For Transfer Through UPI



UPI QR Code

IN-SHA ALLAH OUR VOLUNTEER WILL VISIT TO COLLECT YOUR DONATION

ان شاء اللہ ہمارے رضا کار آپ کا تعاون حاصل کرنے پہنچ جائیں گے۔

Total Pages 52

Date Of Publication : 1st Of Every Month

RNI No. : MAHURD/2011/49422/Postal Registration No. : MCE/281/2019-21

Posted On 4th And 5th Of Every Previous Month

فروری ۲۰۱۹ء میں اسلامک انفارمیشن سینٹر

کی جانب سے منعقد کئے گئے پروگرامز کی ایک جھلک

اجلاسِ عام — 24.02.2019, Sunday, After Magrib To 10 p.m.

اجتماع — ۲۰ فروری ۲۰۱۹ء بروز بدھ بعد نماز عشاء — 20.02.2019, Wednesday After Isha

جنازہ تربیتی پروگرام — JANAZAH TARBIYATI PROGRAM — SATURDAY 02.02.2019 — Sheikh Shafeequr Rahman Sanabili — Dr. Zaid Patel

اصلاحِ معاشرہ — 17.02.2019 SUNDAY

اجلاسِ عام — 16.02.2019

سیرت علی ابن ابی طالب — Seerat-E-Ali Ibn Abi Talib — Shaikh Akbar Ali Bin Noor Mohammad Madani — 17.02.19 After Magrib at IC Kurla Centre

Only For Sisters

قرآن عالمی قانون کی کتاب! — Qur'an Aalami Qanoon Ki Kitaab — Shiakh Niyaz Ahmad Salafi Gorakhpuri — 24.02.19 After Magrib at IC Kurla Centre

Please Help Ahlus Sunnah

Every Month, Ahlus Sunnah is sent free of cost to many Masjids, Madrasas, Jamiaat, Library, and many individuals. we seek your help to sustain this.

اہل السنۃ کا تعاون کریں

مجلہ اہل السنۃ مختلف مساجد، مدارس، جامعات، لائبریریوں اور بعض حضرات کو ماہانہ مفت ارسال کیا جاتا ہے، اس سلسلے میں آپ سے تعاون کی درخواست ہے۔

Special Help 5000/- خصوصی تعاون

Yearly Help 3000/- سالانہ تعاون

Monthly Help 300/- ماہانہ تعاون

DONATE TO



Bank Name	:	ICICI Bank (Current Account)
Account Name	:	Ahl Us Sunnah
Account Number	:	102805001781
IFSC Code	:	ICIC0001028
Branch	:	Andheri Link Road Branch

Call For Confirmation : +91 8657458182